ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
22 تا 28 فروری 2007ء
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر
فریضہ شہادت علی الناس
مغربی سرحدوں پر امریکی یلغار کی دستک
کونشن سنٹر اسلام آباد میں "قائداعظم، علامہ اقبال اور پاکستان" کے موضوع پر ہونے والے پروگرام کی روداد
رسول اکرم ﷺ کی پیشینگوئیاں
الجزائر کی مغرب نواز فوج
اب کہاں جاؤ گے اے دیدہ ورو!
نئی عالمی تہذیب اسلامی ہوگی!
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

گھریلو نظام کا انتشار

میں نے قوموں کی تاریخ اور خاص طور پر اُن کی تہذیب وتمدن کے ارتقا وانحطاط کی تاریخ کا مطالعہ بڑی توجہ اور انہماک سے کیا ہے' اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قوموں اور ملتوں کے زوال' ان کی تباہی و بربادی اور انتہائی ترقی یافتہ تمدنوں اور تہذیبوں کے زوال اور فنا کا سب سے اہم اور بنیادی سبب ہے: ان کے عائلی نظام کا انتشار' گھریلو زندگی میں اعتدال وتوازن کا فقدان' مرد وزن کے ارتباط باہمی میں فساد واختلال' گھریلو زندگی سے عورتوں کی بے توجہی اور اس کی ذمہ داریوں سے فرار۔ تاریخ میں جتنی بھی زوال پذیر تہذیبیں اور پستی وانحطاط کی طرف تیز قدموں سے بھاگتی ہوئی قومیں نظر آتی ہیں' وہاں یہ بیماری ضرور پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ عورتوں نے گھریلو زندگی سے فرار اور اس کی ذمہ داری سے پہلوتہی شروع کردی۔ وہ ماممتا کے جذبہ سے محروم ہوگئیں' اولاد کی پرورش وپرداخت اور نئی نسل کی تربیت اور اس کی ذمہ داریوں سے گریز کرنے لگیں اور اپنے گھر کو سکون وراحت کا گھر بنانے سے غافل ہوگئیں۔ وہ مردوں کی ذمہ داریوں اور ان کی کارگزاریوں کے میدان میں برابر کی شرکت' ہر میدان میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہونے' بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ان کا مقابلہ کرنے کے شوق میں پاگل ہوگئیں۔ اور اِس کے نتیجے میں ان معاشروں میں ذہنی وفکری انتشار' لاقانونیت' انارکی اور اخلاقی بحران پیدا ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہلاکت کے غار کے طرف بڑھتے ہوئے ان کے قدم اور تیز ہوگئے۔ یہی قدیم یونانیوں کی کہانی ہے' اور یہی قدیم رومیوں اور ایرانیوں کی داستان زوال بھی۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرقی قومیں بھی اسی دردناک انجام سے دوچار نہ ہوں۔ اور رنج وفکر کی بات یہ ہے کہ ہمارے مشرقی اسلامی معاشرے میں اس کے آثار بھی ظاہر ہوچکے ہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الہدیٰ (267)

سورۃ المائدہ

(آیات: 61 تا 63)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾﴾

''اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے' حالانکہ کفر لے کر آتے ہیں اور اُسی کو لے کر جاتے ہیں۔ اور جن باتوں کو یہ مخفی رکھتے ہیں' اللہ اُن کو خوب جانتا ہے۔ اور تم دیکھو گے کہ اُن میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں' بُرا کرتے ہیں۔ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی بُرا کرتے ہیں۔''

پیچھے ذکر گزرا کہ لوگوں کو اسلام سے بے زار کرنے کے لئے یہودیوں نے یہ حربہ اختیار کیا کہ صبح اپنے کسی آدمی سے قبول اسلام کا اعلان کراتے اور شام کو وہ اسلام چھوڑ کر دوبارہ کفر اختیار کر لیتا اور کہتا کہ اسلام میں کوئی صداقت نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کا یہاں تذکرہ ہے کہ جب وہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے' حالانکہ وہ (اسلام میں) داخل بھی ہوئے تو کفر کے ساتھ اور نکلے بھی ہیں تو کفر کے ساتھ۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپائے ہوتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کو تو ایمان کی حلاوت نصیب ہی نہیں ہوئی۔ شعوری طور پر انہوں نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ ہی کب کیا ہے' وہ تو دھوکے کی خاطر اور دین اسلام کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ سازش کر رہے تھے۔ گو اُن کی یہ سازش خفیہ ہے' مگر اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے۔

اور آپ اُن میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ گناہ اور ظلم کے کاموں میں خوب دوڑ دھوپ کرتے اور سرگرمی دکھاتے ہیں' اور حرام خوری میں بڑی مستعدی کے ساتھ مصروف ہیں مگر بہت ہی بُرا عمل ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ اور یہ حال تو یہودی عوام کا ہے' مگر اُن کے رہنما' علماء و مشائخ بھی حد درجہ فکری و عملی انحطاط کا شکار ہیں۔ وہ اپنے فرائض سے قطعی غافل نہیں۔ معاشرتی اصلاح اُن کی ذمہ داری تھی' مگر وہ اُس سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ انہیں فکر ہی نہیں کہ انہوں نے بے عملی پر لوگوں کو ٹوکنا ہے' برائیوں سے منع کرنا ہے' غلط کاریوں سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ لہٰذا یہاں اُن کی غلط روش پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا گیا' کیوں نہیں منع کرتے اُنہیں اُن کے درویش' صوفی' پیر و مرشد اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام خوری سے۔ یہی حال ہمارے پیروں کا ہے' وہ اپنے مریدوں کو حرام خوری سے کیوں روکیں گے۔ انہیں تو نذرانے ملنے چاہئیں اور بس۔ مال کہاں سے کمایا' کہاں سے آیا' اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ حالانکہ اللہ والوں کا کام تو یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اُنہیں برائی سے روکتے۔

فرمانِ نبویؐ

سخی کے لئے فرشتوں کی دعا اور کنجوس کے لئے بددُعا

چودھری رحمت اللہ بٹر

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلاَّ مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُھُمَا اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اُترتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتہ تو (سخی کے لئے) یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما (یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما' بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما)۔ اور دوسرا فرشتہ (بخیل کے لئے) بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو برباد کر دے (یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے)۔''

تشریح: اگر اللہ تعالیٰ مال دے تو آدمی اسے اپنی ضروریات اور اہل و عیال پر خرچ کرے' اس میں سے ضرورت مندوں اور محتاجوں کو بھی دے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے بھی خرچ کرے۔ یہ انداز اختیار کرنے والے کو اس حدیث میں خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اس کے لئے روزانہ ایک فرشتہ اترتا ہے' جو اس کے مال میں برکت کی دعا کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص بخیل اور کنجوس ہے کہ وہ مال کو جمع کرتا ہے' نہ خود کھاتا ہے نہ اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے بلکہ جائز مصرف کی بجائے بے محل اور بے مقصد خرچ کرتا ہے' اس کے لئے بھی ایک فرشتہ اترتا ہے' جو اس کے مال کے نقصان کی بددعا کرتا ہے۔ فرشتے معصوم مخلوق ہیں۔ ان کی دعا کی قبولیت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر

قومی اسمبلی کے رکن ایم پی بھنڈارا نے اسمبلی میں بل پیش کیا ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء والی تقریر کو آئین کا حصہ بنایا جائے۔ جب سپیکر نے اُس پر ممبران کی رائے لی تو اکثریت نے بل کی حمایت میں ووٹ دیا۔ ظاہر ہے یہ حکومتی حمایت سے ممکن ہوا۔ لہٰذا اسپیکر نے بل کو قائمہ کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ کچھ وقت گزرا' ایک یورپی دانشور نے کہا تھا: "Pakistan is still in search of her Identification" یہ بات انتہائی غلط اور انتہائی درست ہے۔ تحریکِ پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں' آل انڈیا مسلم لیگ کے اکابرین کے بیانات پر غور کریں' پھر یہ کہ اُس نیشنل اسمبلی کا قرار دادِ مقاصد منظور کرنا جو قیامِ پاکستان سے پہلے وجود میں آئی تھی اور پاکستان جس کے ہاتھوں بنا تھا' علاوہ ازیں علمی سطح پر جائزہ لیں تو یورپی مفکر کا قول قطعی طور پر غلط ہے۔ جتنی واضح اور غیر مبہم شناخت پاکستان کی ہے شاید ہی بیسویں صدی میں آزاد ہونے والے کسی اور ملک کی ہو' لیکن عملی لحاظ سے اگر دیکھا جائے' سیاست دانوں خصوصاً مسلم لیگیوں کے کردار اور طرزِ عمل کو مدِ نظر رکھا جائے' اُن کے افعال کو پرکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایک بے لنگر ملک ہے اور اپنی شناخت کے لئے ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر میں کون سی ایسی بات تھی' جسے ہمارا سیکولر طبقہ لیے اڑتا پھرتا ہے' اور مغرب سے مرعوب بلکہ خوفزدہ حکمران اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خدمت میں پیش کر کے اپنی کرسی کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں۔ قائداعظم نے 11 اگست 1947ء کو نیشنل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے غیر مسلموں کو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مکمل تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی اور اس بات کی گارنٹی دی تھی کہ مسلم اور غیر مسلم میں تمیز روا نہیں رکھی جائے گی' اور یہ وہی بات تھی جو اُنہوں نے 28 مارچ 1944ء کو فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ایک ٹی پارٹی میں کہی تھی۔ آیئے فرض کر لیں کہ قائداعظم کی 11 اگست والی تقریر سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے سیکولر نظام کی طرف اشارہ کیا تھا' مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم قائداعظم کو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ وقتی طور پر کسی ذہنی دباؤ کی بنیاد پر انسان کے منہ سے ایسا لفظ یا جملہ نکل سکتا ہے جو اُس کی مستقل اور حقیقی سوچ کی ترجمانی نہ کرتا ہو اور شاید یہی وجہ تھی کہ چند ماہ بعد 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے اُنہوں نے واضح طور پر کہا:

"He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat."

ترجمہ: ''وہ نہیں سمجھ سکے کہ لوگوں کا ایک طبقہ جان بوجھ کر گمراہ کن پروپیگنڈا کیوں کر رہا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔''

اتنی زبردست' بھرپور اور واضح تردید کے بعد بھی اگر اقتدار پرست طبقہ 11 اگست کی تقریر کی قوالی کرتا رہے تو اُن کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ قائداعظم کے 1940ء سے لے کر 1947ء تک ایک سو ایسے اقوال ملتے ہیں جن میں اُنہوں نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام رائج کیا جائے گا۔ یہ حوالہ جات ریکارڈ پر موجود ہیں اور تاریخ تحریکِ پاکستان کا حصہ ہیں۔ قائداعظم قیامِ پاکستان کے بعد صرف 13 ماہ زندہ رہے۔ اس قلیل عرصہ میں اُن کے چالیس (40) ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے۔ آج بھی وہ لوگ زندہ ہوں گے جن کے سامنے قائداعظم نے کہا تھا: ''پاکستان کے آئین کا کیا پوچھتے ہو وہ تو چودہ سو سال پہلے تشکیل پا چکا ہے۔''

ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم قائداعظم کے ڈیڑھ صد (150) کے قریب ایسے خطابات کا خلاصہ بھی درج کر سکیں' جن میں اُنہوں نے پاکستان میں اسلامی نظام کے قائم کرنے کی بات کی ہے۔ اُن کی صرف ایک کوٹیشن کا حوالہ صرف اس لئے دیا جا رہا ہے کہ مغرب سیاست سے مذہب کا دیس نکالا کر چکا ہے اور ہمارے (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 22 تا 28 فروری 2007ء — 4 تا 10 صفر المظفر 1428ھ — شمارہ 7

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پچپن ویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نَو — کمال کس کو میسّر ہوا ہے بے تگ و دَو
نفس کے زور سے وہ غنچہ وا ہوا بھی تو کیا — جسے نصیب نہیں آفتاب کا پَرتو
نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی — کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پَیرو
پنپ سکا نہ خیاباں میں لالۂ دل سوز — کہ ساز گار نہیں یہ جہانِ گندم و جَو
رہے نہ ایبکؔ و غوریؔ کے معرکے باقی — ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسروؔ!

1۔ اقبال نے کم و بیش اپنے پورے کلام میں انسان' بالخصوص مسلمانوں کو عملی جدوجہد کی ترغیب دی ہے۔ اس غزل کے اشعار میں بھی انہوں نے مختلف حوالوں سے یہی بات دہرائی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عملی جدوجہد کے بغیر آج تک کوئی فرد کمال حاصل نہیں کر سکا۔ اس کی مثال چاند کی ہے کہ اوّل اوّل ہلال کی صورت میں نمودار ہُوا اور پھر کسی مقام پر ٹھہرے بغیر بالآخر بدرِ کامل کا رُوپ اختیار کر گیا۔ مُراد یہ ہے کہ یہ حرکت کا عمل ہی تھا جس نے ہلال کو بدرِ کامل بننے میں مدد دی۔

2۔ سورج کی حدت کے بغیر غنچہ پھول بن کر شگفتگی اور تازگی حاصل نہیں کر سکتا۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ انسان پھونکیں مار مار کر غنچے کو نہ پھول بنا سکتا ہے نہ اس میں رنگ روپ پیدا کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرشد کی توجہ کے بغیر' اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش سے کوئی روحانی مرتبہ حاصل کر بھی لے تو روحانیت کی دنیا میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس طرح وہ غنچہ' جسے آفتاب کی روشنی نصیب نہیں ہوئی' اگر اپنی ذاتی خاصیت کی بناء پر شگفتہ بھی ہو جائے تو اُس میں وہ رنگ یا خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی' جو اس غنچے میں پیدا ہو سکتی ہے جسے آفتاب کا پرتو بھی نصیب ہو جائے۔

3۔ اے مسلمان! دل اِس صورت میں پاک و پاکیزہ رہ سکتا ہے کہ یہ پاکیزگی انسان کی نگاہ میں بھی موجود ہو' کہ قدرت نے عملاً دل کو نگاہ کے تابع پیدا کیا ہے۔ انسان کی نظروں میں پاکیزگی اور لطافت ہو گی تو اس کے اثرات دل تک بھی پہنچیں گے۔ نگاہ کی پاکیزگی اسلام کی خصوصیات میں سے ہے اور یہ شانِ فقر سے پیدا ہو سکتی ہے' اور شانِ فقر عشقِ رسول ﷺ پر موقوف ہے۔ چنانچہ اقبال خود کہتے ہیں:

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

4۔ "جہانِ گندم و جَو" کنایہ ہے مادیات کی دنیا سے اور "لالۂ دل سوز" کنایہ ہے عشق و محبت کی دنیا سے۔ مطلب یہ ہے کہ اِس مادہ پرست دنیا میں عشق اور عاشقوں کی نہ جگہ ہے نہ قدر و منزلت' کیونکہ اِس دنیا کے رہنے والے عموماً ظاہر بین ہوتے ہیں' اور انسان کی خوبی کا اندازہ اُس کی سیرت اور کردار کی بلندی سے نہیں کرتے' بلکہ دولت و امارت ہی کو شرافت اور عزت و تکریم کا معیار سمجھتے ہیں۔ دنیا کے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ فلاں شخص کتنا بڑا عالم ہے' بلکہ اس پر نظر رکھتے ہیں کہ اُس کی جاگیر کا رقبہ کتنا بڑا ہے اور اُس کا بینک بیلنس کتنا ہے۔ اقبال نے سچ کہا ہے کہ یہ "جہانِ گندم و جَو" اور "لالۂ دل سوز" کا نہیں۔

5۔ دنیا میں بادشاہوں کی فتوحات اور جنگی معرکوں کا چرچا محض چند روز تک رہتا ہے۔ پھر دنیا اُنہیں اور اُن کی فتوحات دونوں کو بھول جاتی ہے' لیکن عاشقوں کی قربانی کا ذکر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ "شیریں" میں صنعتِ ایہام پائی جاتی ہے۔ شیریں سے مُراد دلچسپ شے بھی ہو سکتی ہے اور فرہاد کی محبوبہ بھی۔

سلطان قطب الدین ایبک ہندوستان کا پہلا مسلمان فرماں روا تھا۔ اُس نے 1206ء تا 1210ء صرف چار سال حکمرانی کی' لیکن تاریخ ہند میں امر ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین غوری کا معتمد غلام' سپہ سالار اور نائب السلطنت تھا۔ نہایت شریف النفس' عادل اور سخی سلطان گزرا ہے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے اُس کا لقب "لکھ بخش" ہے۔ اُس کا مزار بازار انارکلی' لاہور کے ایک گوشے میں ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری' وہ نامور اور خوش نصیب بادشاہ جس نے 1194ء میں تراوڑی (ضلع کرنال) کے نزدیک ہندوستان کے آخری ہندو حکمران پرتھوی راج کو شکست فاش دے کر اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔ 1206ء میں ایک بدبخت باطنی فدائی نے رات کو سوتے وقت اس بہادر و شجاع بادشاہ کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

امیر خسرو (1253۔1325ء) فارسی کا شاعر' جسے بعض نقاد اُردو کا پہلا باضابطہ شاعر کہتے ہیں۔ انہوں نے سلطنت دہلی (خاندان غلاماں' خلجی اور تغلق) کے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور برعظیم میں اسلامی سلطنت کے ابتدائی ادوار کی سیاسی' سماجی اور ثقافتی زندگی میں سرگرم حصہ لیا۔ امیر خسرو مشہور صوفی بزرگ خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے۔ انہی کے قدموں میں دفن ہوئے۔

بسلسلہ پیغام قرآنی

فریضۂ شہادت علی الناس اور اُس کے تقاضے

مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 2 فروری 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! امت مسلمہ کو ''خیر اُمت'' قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (آل عمران:110)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔''

اِس اعزاز کی وجہ وہ ذمہ داری ہے، جو اُس پر عائد کی گئی، یعنی شہادت علی الناس، گویا امتِ محمدیہ ﷺ اِس ذمہ داری اور خصوصی مشن کی بناء پر خاص امتیاز اور منفرد مقام رکھتی ہے۔ پہلے جو کام انبیاء اور رسول کیا کرتے تھے، وہ عظیم کام اب اس امت کو سونپا گیا ہے۔

مسلمانوں پر شہادت علی الناس کی ذمہ داری اُس وقت ڈالی گئی، جب انہیں باقاعدہ امت کا درجہ دیا گیا۔ اور یہ درجہ انہیں ہجرت مدینہ کے سولہ ماہ بعد اُس وقت ملا جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ اِس سے پہلے اُن کے لئے امت کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ اسلام میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے چار افراد کے نام آتے ہیں۔ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، لیکن اُن کے مجموعے پر امت کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ پھر یہ کہ بعد ازاں نبی اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں کم وبیش ڈیڑھ سو افراد ایمان لائے، لیکن اُن کے لئے بھی امت کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔

امت کی تشکیل کا باقاعدہ اعلان ہجرت مدینہ کے سولہ ماہ بعد ہوا، جب مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز کا حکم دیا گیا۔ اُس وقت مدینہ کے قبائل اوس اور خزرج ایمان لا چکے تھے، اور یوں مہاجرین اور انصار پر مشتمل ایک مضبوط جمعیت وجود میں آ چکی تھی۔ چنانچہ سابقہ امتِ مسلمہ یہود کو اللہ کی نمائندگی کے شرف سے محروم کر کے اہل اسلام کو باقاعدہ امت کا درجہ دیا گیا، اور امت کی تشکیل کے ساتھ ہی اُس کی یہ ذمہ داری بتائی گئی کہ تمہیں لوگوں پر دین حق کا گواہ بننا ہے۔

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (البقرہ:143)

> افغانستان میں جب طالبان نے شریعت نافذ کی تو اس کے نہایت خوشگوار اثرات اور ثمرات ظاہر ہوئے تھے۔ امن وامان قائم ہو گیا، جرائم کی شرح انتہائی کم ہو گئی۔ لاقانونیت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہمارے ہاں تو ظالمانہ نظام کی وجہ سے جرائم کی شرح تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

''اور اِسی طرح ہم نے تم کو اُمتِ معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزمان) تم پر گواہ بنیں۔ اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے، اُس کو ہم نے اِس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی، مگر جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے)۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یونہی کھو دے۔ اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحب رحمت ہے۔''

شہادت علی الناس ہماری دینی ذمہ داری ہے، مگر افسوس کہ ہم اس کے معانی ومفہوم سے ہی ناآشنا ہیں۔ نماز، روزہ کے علاوہ کسی ذمہ داری کا تصور ہی ہمارے ذہنوں میں نہیں ہے۔ اگر شہادت کا تذکرہ ہوتا بھی ہے تو محض اُس کی آخری منزل کے حوالے سے، یعنی آدمی راہ حق میں اپنی گردن کٹا دے۔ بلاشبہ یہ عظیم ''شہادت'' ہے، جس کی تمنا خود نبی اکرم ﷺ نے کی ہے، مگر یہ تو شہادت کی بلند ترین منزل ہے۔ بنیادی طور پر شہادت کا مطلب دین حق کی گواہی دینا ہے، اُس کو فروغ دینا ہے، اور جو شخص ایسا کرتا ہے، اسلام کی نظر میں وہ شہید اور شاہد ہے۔ محولہ بالا آیت (البقرہ:143) میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ اِسی اعتبار سے انبیاء ورسل شہید اور شاہد تھے۔ سورہ المزمل کی آیت 15 میں نبی اکرم کو شاہد کہا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴾

''(اے اہل مکہ) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا تھا (اسی طرح) تمہارے پاس (محمد ﷺ) رسول بھیجے ہیں، جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے۔''

اِس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ہم بندگانِ خدا تک اللہ کا پیغام پہنچائیں، قرآن کی روشنی کو عام کرنے کی کوشش کریں، دنیا میں نیکی کو فروغ دیں، منکرات سے لوگوں کو روکیں، حق وانصاف پر مبنی نظام قائم کریں۔

شہادت علی الناس کا تقاضا یہ بھی تھا کہ ہم دین کے ابلاغ کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے بھی دنیا کے ساتھ اسلام کا نمونہ بنتے۔ اپنی نجی زندگی میں اسلام پر عمل پیرا ہوتے۔

سماجی زندگی کے جملہ معاملات میں اسلامی زندگی کے ضابطوں کو اختیار کرتے۔ اپنی اعلیٰ وارفع اخلاقی اقدار کو اپناتے۔ تاکہ اسلام کے بتائے ہوئے پاکیزہ طرز زندگی اور اعلیٰ اصولوں کو دیکھ کر دنیا والے اسلام کی طرف کھچے چلے آتے' مگر افسوس ہم نے اسلام کو اپنا امام نہ بنایا۔ آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اسلامی اصولِ حیات سے کوسوں دور ہیں۔ رفیع الشان دینی اقدار کو ترک کر کے اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ جھوٹ' وعدہ خلافی' بددیانتی' حسد' غیبت' چغلی' مالی بے قاعدگی' ملاوٹ' جعل سازی اور اِس طرح کے دیگر برائیاں ہماری زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ سماجی زندگی میں غیروں کی نقالی ہمارا اشعار بن گئی ہے۔ اِس طرح ہمارے غلط رویے اور طور اطوار لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ گویا ہم اپنے عمل سے دنیا کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ اسلام انتہائی پست کردار کے افراد پیدا کرتا ہے۔ ہماری یہی حالت دیکھ کر ایک مغربی مفکر ہم پر یہ تبصرہ کرتا ہے کہ "جب میں قرآن کو پڑھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ قرآن سے بہتر دنیا میں اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اور جب مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے بدتر قوم دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔"

دین حق کی عملی گواہی دینے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ ہم دنیا کے سامنے اسلام کے نظام عدل وقسط کا نقشہ پیش کرتے' تا کہ دنیا اِس بابرکت نظام سے آگاہ ہوتی' مگر افسوس دنیا کے ستاون مسلم ممالک میں سے کسی ایک میں اسلامی نظام نافذ نہیں' ہر جگہ دین مغلوب ہے اور غیر اسلامی نظام چل رہے ہیں۔

دین حق کی عملی گواہی دینے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ ہم دنیا کے سامنے اسلام کے نظام عدل وقسط کا نقشہ پیش کرتے' تا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے تصور پر تشکیل پانے والے اِس بابرکت نظام سے آگاہ ہوتی' اور استفادہ کرتی۔ اللہ کی زمین پر اللہ کا کلمہ سربلند ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے دین حق کو غالب کر کے عملاً اِس گواہی کا حق ادا کیا۔ اگر اسلام بحیثیت ایک نظام کے قائم نہ ہوتا' تو آج ہمارے دین کے بارے میں وہی بات کہی جاتی' جو افلاطون کی کتاب "ری پبلک" کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ یہ یوٹوپیا ہے' خیالی جنت ہے۔ افلاطون نے اپنی اس کتاب میں بتایا ہے کہ ایک مثالی ریاست کیسی ہونی چاہیے' اُسے کن خطوط پر استوار ہونا چاہیے' اُس میں قانون سازی کیسا ہو' قانون کیسا ہو' سیاسی ڈھانچہ کیا ہو' معاشی نظام کس طرح کا ہو' وغیرہ وغیرہ۔ افلاطون نے مثالی ریاست کی جو نقشہ گری کی ہے' چونکہ اِس کی بنیاد پر دنیا میں آج تک کوئی حکومت قائم نہیں ہوئی' نہ ہی کوئی معاشرہ تشکیل پا سکا ہے اِس لئے بطور تمسخر کہہ دیا جاتا ہے کہ اُس کی کتاب اور مثالی ریاست تو خیالی جنت ہے' جس کا حقیقت واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دین کے نظام کا نقشہ پیش کرنے کے حوالے سے بھی ہماری صورتحال قابل افسوس ہے۔ آج دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں' مگر کسی ایک ملک میں بھی دین کا نظام قائم نہیں ہے۔ ہر جگہ دین مغلوب ہے اور غیر اسلامی نظام چل رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم عملاً دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ دیکھو' جس دین کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور اُس کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں کہ اُس کا نظام آئیڈیل ہے' (نعوذ باللہ) یہ جھوٹ ہے۔ یہ دین تو اِس دور میں قابل عمل ہی نہیں۔ اگر یہ اِس قابل ہوتا تو سب سے پہلے ہم نے اسے اپنے ہاں ضرور قائم کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ جب ہماری حالت یہ ہے تو غیر ہماری بات کا اعتبار کیسے کر سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک تاریخی واقعہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ روس میں ابھی اشتراکی انقلاب کو برپا ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا' مولانا عبیداللہ سندھی وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے چاہا کہ لینن کو اسلام کی دعوت دوں' کیونکہ وہ مساوات کی بات کرتا ہے' اور چونکہ اسلام میں مساوات کا بہترین نظام پیش کیا گیا ہے' اِسی طرح حقوق العباد پر بہت زور دیا گیا ہے' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اسلام کی دعوت اُس کے دل میں اُتر جائے اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ بوجوہ اُن کی لینن سے ملاقات نہ ہو سکی' البتہ ٹرائسکی جو انقلابی تحریک کا سرکردہ لیڈر تھا' اُس سے ملاقات ہو گئی۔ مولانا نے اُس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور اسلامی نظامِ مساوات کی وضاحت کی۔ ٹرائسکی نے مولانا کی بات بڑی توجہ سے سنی' مگر آخر میں ایک سوال کیا: مولانا! جس دین کے بارے میں آپ مجھے بتا رہے ہیں کہ وہ اتنا آئیڈیل نظام رکھتا ہے' کیا وہ دین خود آپ نے بھی کہیں قائم کیا ہے؟ مولانا کے پاس اِس کا کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مجھے دوبارہ ٹرائسکی سے نظر ملانے کی ہمت نہ ہوئی اور میں واپس آ گیا۔

ہمارے غلط رویے اور طور اطوار لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ گویا ہم اپنے عمل سے دنیا کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اسلام انتہائی پست کردار کے افراد پیدا کرتا ہے

بہرحال ہمارے ذمہ شہادت علی الناس کی جو ذمہ داری ہے' اُس کا لازمی تقاضا ہے کہ دین کو قائم کر کے دکھایا جائے' اور جب تک یہ قائم نہیں ہوتا' اُس کے لئے منظم جدوجہد کی جائے۔ ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان میں طالبان یہ ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ انہوں نے دین حق کو غالب کیا' شریعت نافذ کی' اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کو نافذ کر کے دکھا دیا۔ اس کے نہایت خوشگوار اثرات اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ امن وامان قائم ہو گیا' جرائم کی شرح انتہائی کم ہو گئی۔ لاقانونیت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہمارے ہاں تو ظالمانہ نظام کی وجہ سے جرائم خاص طور پر سٹریٹ کرائم کی شرح تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ ایک خواب بن چکا ہے۔ بھرے بازاروں میں قتل ہوتے ہیں۔ دن دیہاڑے چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ جیلیں "ملزموں" سے بھری ہوئی ہیں' اور "مجرم" سیاسی رسوخ کی بناء پر دندناتے پھرتے ہیں' اور عدل وانصاف کا حصول انتہائی دشوار ہو گیا ہے' نسلیں گزر جاتی ہے' مقدمات کے فیصلے نہیں ہو پاتے۔ جبکہ طالبان نے عملاً امن وامان قائم کیا اور لوگوں کو عدل وانصاف فراہم کیا۔ ملا عمر کے ایک حکم سے افیون کی کاشت ختم ہو گئی۔ میرے نزدیک یہ اس دور کا معجزہ ہے۔

طالبان کے قائم کردہ مثالی نظام کو میں نے خود بچشم سر دیکھا ہے۔ اُن کے دور حکومت میں مجھے دوبار افغانستان جانے کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں جرائم کی شرح اِس قدر کم ہے کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ لوگوں کو فوری انصاف فوراً مل رہا ہے' قانون کی عملداری اور انصاف کی فراہمی کی بناپر جیلوں میں قیدیوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔ میں جلال آباد کی ایک جیل میں گیا' میں نے عملے سے پوچھا: یہاں کتنے قیدی ہیں۔ جواب ملا صرف تین۔ میں حیران ہو گیا۔ اس صورتحال سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طالبان نے کس قدر مثالی نظام قائم کیا۔ اس کی گواہی علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی دی ہے' جو مخصوص ذہنی پس منظر کی بناپر ملائیت کے سخت خلاف ہیں۔ افغانستان کا دورہ کرنے کے بعد پاکستان آ کر انہوں نے حقیقت کو چھپایا نہیں' کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان نے افغانستان میں اسلام کا جو نظام قائم کر کے دکھا دیا ہے' اگر دنیا کے دو چار دیگر ملکوں میں یہ نظام قائم ہو جائے' تو ساری

دنیا مسلمان ہو جائے گی۔

طالبان کی جانب سے اسلام کا نقشہ پیش کرنے اور اسلام کے احیاء سے طاغوتی قوتوں کو سخت فکر لاحق ہوئی۔ دنیا میں اپنا شیطانی اقتدار قائم کرنے والی ابلیسی قوتیں خدائی اقتدارِ اعلیٰ کے تحت قائم اسلامی نظام کو کیسے ہضم کر سکتی تھیں۔ انہیں یہ کیونکر گوارا ہوتا کہ اسلامی نظام کی برکات دنیا پر ظاہر ہوں' اُس کے ثمرات سے دنیا مستفید ہو' چنانچہ وہ اوّل روز سے ہی طالبان کے خلاف کمر بستہ ہو گئیں۔ شمالی اتحاد کے ذریعے اُسے عدم استحکام سے دوچار کرنے کی سازشیں کرنے لگیں۔ کیونکہ شریعت کے آشکارا ہونے سے اُن کے باطل نظام کو خطرہ تھا۔ اُن کی دجالی اقدار کو خطرہ تھا۔ اقبال نے ابلیس کی مجلس شوریٰ کے عنوان سے اپنی ایک نظم میں ابلیس کی زبان سے ان شیطانی قوتوں کے ناپاک عزائم کو بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن' مرد آزما' مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فُغفور و خاقاں' نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب!
پادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

طالبان کا قائم کردہ نظام تمام تر مخالفتوں کے باوجود استحکام کی جانب گامزن تھا۔ بالآخر نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا' اور اسامہ بن لادن اور ملا عمر کو اس کا مجرم ٹھہرا کر امریکہ اور اتحادیوں نے افغانستان پر یلغار کر دی۔ مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا کہ اسلامی حکومت کا آغاز ہی میں خاتمہ کر دیا جائے' تاکہ اس شجر کو برگ و بار لانے کا موقع ہی نہ ملے۔ جیسا کہ اب وہ صومالیہ میں کر رہے ہیں۔ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ شریعت کا نفاذ ہمیں منظور نہیں ہے۔ بلاشبہ طالبان نے دینِ حق کو قائم کر کے دینِ حق کی عملی گواہی دینے کا فریضہ ادا کیا' مگر افسوس کہ ہمارے حکمرانوں نے ابلیسی قوتوں کا ساتھ دیا اور اس طرح ایک اسلامی حکومت کے خاتمے کے جرم میں شریک ہوئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت علی الناس کے فریضے کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

٭٭٭٭٭

دعوتِ فکر

خودکُش حملے.........محرکات کیا ہیں؟

ایکسپریس فورم میں منعقدہ فکر انگیز مذاکرے میں محترم حافظ عاکف سعید کا اظہارِ خیال

مرتب: وسیم احمد

روزنامہ ایکسپریس کے زیر اہتمام پاکستان میں حالیہ خودکش بم دھماکوں کے حوالے سے 8 فروری 2006ء کو ایک فکر انگیز مذاکرہ منعقد ہوا' جس میں حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر مہدی حسن، جاوید احمد غامدی، آئی اے رحمان، ہارون رشید، مولانا خورشید احمد گنگوہی، ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے شرکت کی۔

اس موقع پر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خودکش حملوں کا سب سے بڑا سبب انصاف کا نہ ملنا ہے۔ جب عوام الناس پر ظلم ہوتا ہے تو اُن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور ان کے پاس خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ پھر وہ سوچتے ہیں کہ خود تو مرنا ہی ہے' کیوں نہ ظالم کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ عوام کس کے سامنے جا کر روئیں؟ کب تک ظلم برداشت کریں؟ پاکستان میں ہونے والے حالیہ خودکش حملوں کا سب سے بڑا سبب حکومت کے ہاتھوں سرحد اور بلوچستان کے معصوم عوام پر ظلم و ستم ہے جس کا انتقام وہ خودکش حملوں کی صورت میں لے رہے ہیں۔ ان حملوں کا ایک دوسرا بڑا سبب بے روزگاری ہے۔ غریب مزدور جب فاقوں سے تنگ آ جاتا ہے اور دوسری طرف امراء اور حکمرانوں کی عیاشیوں پر اس کی نظر ہوتی ہے تو وہ اس ظالمانہ معاشی نظام کی پیدا کردہ طبقاتی تقسیم میں اپنے سکھ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے سکون کو بھی تباہ کرنے پر تل جاتا ہے۔

اس کے علاوہ خودکش حملوں کی ایک تیسری اہم وجہ غیر ملکی مداخلت بھی ہے۔ پاکستان کے دشمن ممالک بظاہر دوستی کی آڑ میں اسلام اور پاکستان کو نقصان پہنچانے اور اپنے مفادات کے حصول کی خاطر ایسی کارروائیاں کرواتے ہیں جیسا کہ اس کے متعدد ثبوت بھی مہیا ہو چکے ہیں۔ عمومی حالات میں اسلام میں خودکش حملوں کی مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ البتہ دشمنانِ اسلام پر خودکش حملہ ہو سکتا ہے' لیکن وہ بھی شہری نہیں بلکہ حربی (جنگ میں حصہ لینے والے) کافر پر۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حکمران ہی وہ واحد طبقہ ہے جو خودکش حملوں کی روک تھام میں مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ ان کے پاس ایسے وسائل ہیں کہ جن سے وہ ان خودکش حملوں کے اسباب کو ختم کر سکتے ہیں۔ اگر حکمران ظلم نہ کرنے کا عہد کریں اور انصاف مہیا کرنا شروع کر دیں تو ہمارے خیال میں خودکش حملوں کی تعداد اور رفتار پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ حکومت شریعت کا نفاذ کرے، ظلم بند کرے، لوگوں کو انصاف مہیا کرے، بے روزگاری کو ختم کرے، غربت مٹانے کے پروگرام تشکیل دے، پاکستان کی خارجہ پالیسی بناتے وقت عوام الناس کی رائے کا احترام کرے۔ اگر حکومت یہ سارے کام کرتی ہے تو عوام الناس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس مسئلے میں حکومت سے تعاون کریں۔

[illegible]

امریکی یلغار کی دستک

محبوب الحق عاجز

آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف!

امریکی ایوانوں سے اٹھنے والی یہ صدا ایک مرتبہ پھر ہماری فضاؤں میں گونج رہی ہے۔ روشن خیالی کی جنت میں بسنے والے حکمرانوں کو یہ صدائے بازگزشت سنائی نہ دے' تو یہ اور بات ہے' ملک کے باخبر لوگوں کے سامعہ یہی سن رہے ہیں...... لیکن پھر بھی اگر کسی کو یقین نہ آئے تو وہ افغانستان میں تعینات امریکی فوج کے دسویں ماؤنٹین ڈویژن کے تھرڈ بریگیڈ کے کمانڈر جان نکلسن کا وہ بیان پڑھ لے' جو حال ہی میں انہوں نے امریکی ٹی وی اے بی سی کو دیا۔

امریکی کرنل کا کہنا ہے: ''ہم ماضی میں بھی پاکستانی علاقے میں طالبان کے خلاف کارروائی کرتے رہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ طالبان کے خلاف امریکی افواج کو دفاع کا مکمل حق حاصل ہے۔ اگر ہم پر حملہ ہوا اور پاکستانی علاقے میں کارروائی کی ضرورت پیش آئی تو ہم پاکستان حکام سے منظوری لینا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم ریڈار کی مدد سے حملہ آوروں کو پہنچانتے ہیں۔ اور روشنی کے گولے چلا کر پاکستانی علاقے کو روشن کرنے کے بعد توپخانے کی مدد سے کارروائی کرتے ہیں۔'' امریکی کرنل نے پاکستانی حکام کی طرف سے وزیرستان معاہدے کو بھی ہدف تنقید بنایا اور کہا: ''اس معاہدے کے بعد پاکستانی فوج نے اپنے شہریوں کے خلاف کارروائیاں بہت کم کر دی ہیں' جس سے اِن لوگوں کے حوصلے بڑھے ہیں اور پاکستانی علاقے سے مشرقی افغانستان میں مداخلت میں اضافہ ہونے لگا ہے۔''

ایک اعلیٰ عسکری عہدیدار کے طور پر جان نکلسن کا یہ بیان چشم کشا اور چونکا دینے والا ہے۔ اِس سے چند حقائق کھل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک بات تو یہ واضح ہوتی ہے کہ امریکہ کے پیش نظر صرف اور صرف اپنا مفاد ہے' اور اپنے مفاد کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ اُس کی نگاہ میں پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں اور اقتدار اعلیٰ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اِس سے یہ تلخ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ نائن الیون کے بعد ہم نے ''زمینی حقائق'' پر مبنی جو ''دانشمندانہ'' پالیسی اپنائی وہ غیر دانشمندانہ اور ہماری عاقبت نااندیشی کا مظہر تھی۔ ''نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں ہم نے افغانستان پر حملہ آور ہونے والے امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کا جو فیصلہ کیا' اُسی کا صلہ ہے جو آج ہمیں دشمن کی جارحیت' دھمکیوں اور اپنی خودمختاری کی بے حرمتی کی صورت میں مل رہا ہے۔ ہم پر عربی کا وہ مقولہ بالکل صادق آتا ہے کہ ''سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ ''یعنی اپنے کتے کو کھلاؤ پلاؤ تاکہ تمہیں ہی پھاڑ کھائے۔

اپنے ہمسائے مسلمان ملک اور ایک نوزائیدہ اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کے ساتھ تعاون کی غیر اخلاقی اور غیر اسلامی پالیسی کا حکمرانوں کے پاس نہ تو کوئی جواز تھا' اور نہ ہی اِس کے لیے انہیں عوام کی حمایت حاصل تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ پالیسی خالصتاً امریکی دھونس اور دباؤ کے تحت عجلت میں اپنائی گئی۔ (جس کا اعتراف خود صدر پرویز مشرف نے اپنی کتاب ''سب سے پہلے پاکستان'' میں بھی کیا ہے۔) اور پتھر کے زمانے میں لے جانے کی ایک دھمکی سے ہم اپنی افغان پالیسی پر یوٹرن لینے پر آمادہ ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ کسی قوم کے لئے مفید اور نتیجہ خیز وہی حکمت عملی ہوتی ہے جو قومی اصولوں' اساسی نظریات اور خودمختاری کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے طویل غور و خوض اور وسیع مشاورت کے بعد بنائی جاتی ہے۔ اِس کے برعکس دھونس اور دباؤ کے تحت عجلت میں اختیار کی جانے والی پالیسیاں وقتی طور پر تو فائدے کا باعث ہو سکتی ہیں مگر مستقل طور پر قومی بھلائی کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتیں۔ ایسی پالیسیاں اکثر تباہ کن نتائج پیدا کرتی ہیں۔ یہی ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔

> رابرٹ گیٹس' نینسی پلوسی اور ہیلری کلنٹن نے اپنے حالیہ دوروں میں صدر بش سے اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود صدر مشرف پر واضح کیا کہ امریکہ پاکستان کی طرف سے طالبان اور القاعدہ کے خلاف کارروائی سے مطمئن نہیں' اور اِس میں مزید اضافے کا متمنی ہے

گیارہ ستمبر کے چند دن بعد یعنی 16 ستمبر 2001ء کو جنرل پرویز مشرف نے علماء کے ساتھ اپنی ایک ملاقات میں اپنی تبدیل شدہ افغان پالیسی کی وضاحت کی تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ امریکہ کا ساتھ دینے سے ہمیں تین فوائد حاصل ہوں گے۔ ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا' مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا اور امریکہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ اصولوں پر سودے بازی کے نتیجہ میں سوائے ذلت و رسوائی کے ہمارے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالقدیر کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک ہماری بے بسی کو آشکارا کرتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے ضمن میں ہم اپنی روایتی پالیسی سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ ہماری طرف سے ''لچک'' کا سلسلہ کہیں ختم نہیں ہو رہا ہے' اور دوسری جانب ہندوستان اب بھی ''اٹوٹ انگ'' کے موقف پر ڈٹا ہوا ہے۔ اُس کے رویے میں ذرا برابر نرمی نہیں آ رہی ہے۔ رہ گئی یہ مصلحت کہ امریکہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوگا تو یہ بھی کب کی ہمارے قبائلی علاقوں پر ہونے والی ننگی امریکی جارحیت کے شعلوں میں بھسم ہو چکی ہے۔ امریکہ وزیرستان اور باجوڑ میں کئی بار دہشت گردی کا ارتکاب کر کے ہمارے قومی اقتدار اعلیٰ اور ملکی خودمختاری کی بے حرمتی کر چکا ہے' جس کے نتیجے میں اب تک سینکڑوں افراد موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ وزیرستان کے گاؤں ڈومہ ڈولا پر امریکہ نے وحشیانہ بمباری کی' جس سے اٹھارہ افراد شہید ہو گئے۔ پھر باجوڑ کے ایک دینی مدرسہ پر بم برسائے جس سے 80 بے گناہ طالبعلم اور اساتذہ شہید ہو گئے۔ امریکہ کی ریاستی دہشت گردی کی ایک اور کارروائی میں 30 بے گناہ افراد جاں بحق ہوئے۔ ایک اور حملے میں ہماری فورسز کا ایک نوجوان جاں بحق ہوا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ امریکہ کے اکثر حملوں کو ہماری حکومت ''اپنی کارروائی'' قرار دیتی رہی ہے' تاکہ عوامی غیظ و غضب کا نشانہ بننے سے بچ سکے۔

حکمرانوں نے اگر کسی واقعے پر احتجاج کیا تو بھی اُسے پرکاہ کے برابر حیثیت نہیں دی گئی۔ چنانچہ امریکہ کی جارحیت کا سلسلہ نہ تھما۔ اور گزشتہ کچھ عرصے سے یہ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ پاکستان کے اندر کارروائی کو بھی اب اپنا حق قرار دیا جانے لگا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا طاقت کی زبان مانتی ہے اور بے بسی اور کمزوری کے آشیانے فضاؤں میں بکھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم اگر حکیم الامت

علامہ محمد اقبالؒ کے اشعار سے روشنی حاصل کریں تو وہ صاف کہتے ہیں۔

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!
اور
رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

ہم نے امریکہ کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ایسے ایسے اقدامات کئے جو کسی طور بھی ایک آزاد اور خودمختار اسلامی ملک کے شایانِ شان نہ تھے۔ ہم نے حق وانصاف کے اصولوں کو قربان کیا' ملی تقاضوں کو فراموش کیا' سفارتی ضابطوں کی خلاف ورزی کی' داخلی خودمختاری پر لگنے والے چرکے سہے' مگر پھر بھی امریکہ کی نگاہ میں معتبر نہ ہو سکے۔ وہ آج بھی ہم سے راضی نہیں ہے۔ اِس سارے عرصے میں ہم نے ایک ہی اچھا کام کیا کہ وزیرستان میں طالبان کے حامی قبائل سے امن معاہدہ کیا۔ لیکن وہ اب اس پر بھی معترض ہے' کیونکہ اُس کا خیال ہے کہ اِس سے حکومت پاکستان کی طالبان اور القاعدہ کے خلاف کارروائیاں کم ہو گئی ہیں اور افغانستان میں طالبان کی دراندازی کم ہونے کی بجائے' اِس میں اضافہ ہو چکا ہے۔ امریکہ ہم پر یہ الزام بھی لگا رہا ہے کہ کوئٹہ میں طالبان کی اعلیٰ قیادت موجود ہے اور یہ کہ وہاں سے افغان جنگجوؤں کو مالی اور جنگی امداد فراہم کی جا رہی ہے۔

اس کے باوجود کہ امریکی انتظامیہ ایک طرف افغان جنگ میں پاکستان کے تعاون اور اقدامات کو سراہتی ہے' مگر ساتھ ہی ''مزید کرو'' کا مطالبہ بھی تسلسل کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اُس کے خیال میں پاکستان کے اقدامات ناکافی ہیں۔ آئے روز امریکی عہدیدار پاکستان کے دورے پر آتے ہیں' اور یہاں ہمارے حکمرانوں سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان سے افغانستان کے اندر طالبان کی دراندازی روکی جائے۔ امریکہ ہی کی ایما پر کٹھ پتلی حامد کرزئی بھی اکثر یہی قوالی کرتے نظر آتے ہیں۔ اب حال ہی میں صوبہ ہلمند کے گورنر حاجی اسد اللہ وفا نے ایک بیان داغا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ سات سو انتہائی خطرناک طالبان جن میں کثیر تعداد خودکش بمباروں کی ہے پاکستانی سرحد عبور کر کے افغانستان کے علاقے میں در آئے ہیں اور اِس علاقے میں موجود برطانوی افواج کے خلاف کمربستہ ہو رہے ہیں۔ ایسے بیانات کی دھند میں سب سے خطرناک بیان نگروپونٹے کا ہے جو جاسوسی کے شعبے میں امریکی کابینہ کے کارکن ہیں۔ انہوں نے گزشتہ 12 جنوری کو سینٹ کی انٹیلی جنس کمیٹی کو تحریری طور پر کہا ہے کہ ''القاعدہ اور طالبان کی قیادت کو پاکستان کی سرزمین میں پناہ حاصل ہے۔'' مزید یہ کہ ''حکومت پاکستان کے اِس حقیقت کے اعتراف کے برعکس جو بیانات ہیں' وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں''۔ انہی الزامات کے تناظر میں 22 جنوری کو ایوان نمائندگان میں یہ توہین آمیز بل پیش کیا گیا کہ پاکستان کو جو بھی ''امداد'' فراہم کی جائے وہ تب ہی پاکستان کے حوالے کی جائے جب امریکی حکومت اِس بات کا سرٹیفکیٹ بھی دے کہ حکومت پاکستان نے مقامی طور پر اُن تمام احکامات پر عمل کیا ہے جن کی امریکہ کو خواہش تھی۔

حال ہی میں امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس پاکستان کے دورے پر آئے اور اِس سے پہلے امریکی سپیکر نینسی پلوسی اور ہیلری کلنٹن نے پاکستان کا دورہ کیا۔ ذرائع کے مطابق صدر بش سے اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود انہوں نے صدر مشرف پر واضح کیا کہ امریکہ پاکستان کی طرف سے طالبان اور القاعدہ کے خلاف کارروائی سے مطمئن نہیں' اور اِس میں مزید اضافے کا متمنی ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آنے والے دنوں میں امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس اور بعض دیگر عہدیداروں کے متوقع دوروں میں بھی پاکستان کے لئے امریکہ کا ایک ہی پیغام ہو گا کہ پاکستان طالبان کو مکمل طور پر کنٹرول کرے' ورنہ اُن کے خلاف ہم جس جگہ چاہیں گے کارروائی کریں گے۔ اِس سے واضح ہے کہ چاہے ہم اب لاکھ معذرتیں کریں کہ طالبان کو ہم کنٹرول نہیں کر سکتے' یہ امریکہ کا کام ہے اور وہ افغانستان کا مسئلہ ہے' اسے وہیں حل کیا جائے' امریکہ ہماری کسی بات کو ماننے کو تیار نہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ہم موجودہ افغان پالیسی میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی نہیں لاتے' مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

دراصل امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کی فتح کے بعد امریکہ اپنی حکمت عملی کو تبدیل کر رہا ہے۔ عراق پالیسی پر ڈیموکریٹس روزِ اول سے تنقید کرتے چلے آئے ہیں۔ اِس لئے نہیں کہ بش گورنمنٹ نے ایک آزاد اور خودمختار ملک پر حملہ کر کے لاکھوں بے گناہ انسانوں کا قتل عام کیا ہے' بلکہ اِس لئے کہ عراق پر حملہ کی منصوبہ بندی ناقص تھی' جس کے سبب امریکہ کو شدید مالی خسارے کے علاوہ جانی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اب بدلتے حالات میں امریکہ کا سارا زور افغانستان پر ہے' لیکن چونکہ یہاں بھی طالبان بے جگری سے گوریلا جنگ لڑتے ہوئے دشمن کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔ جس کا تازہ مظہر یہ ہے کہ اپنی تازہ کارروائی میں زابل میں انہوں نے ایک امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے' جس سے 8 امریکی فوجی ہلاک اور 14 زخمی ہو گئے ہیں۔ صورتحال سے واضح ہے کہ طالبان کی کامیاب مزاحمت کو کچلنے میں امریکہ کو سخت دشواری کا سامنا ہے' لہٰذا اب وہ یہ کام پاکستان کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی افغان پالیسی کا نیا رخ اور اِس ضمن میں پاکستان کے مطلوبہ کردار کے لیے ہم پر بڑھتا ہوا دباؤ ایک مرتبہ پھر ہمیں اُس موڑ پر لے آیا ہے' جہاں گیارہ ستمبر 2001ء کو ہم کھڑے تھے۔ ایک مرتبہ پھر ہم سے یہ کہا جانے والا ہے کہ بتایئے آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف۔ ''ساتھ ہونے'' کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم وزیرستان معاہدہ ختم کر دیں' مبینہ طور پر طالبان کی سرپرستی چھوڑ دیں' اور افغانستان میں طالبان کی دراندازی کو مکمل طور پر کنٹرول کریں۔ اگر ہم امریکہ کا تابع مہمل بن کر اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف عسکری کارروائیاں' اور آپریشن کرتے ہیں تو یہ ہماری سلامتی کے لئے سخت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی خودکش حملوں نے داخلی طور پر ہماری سلامتی کی صورتحال پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ کسی نئی ''سخت گیری'' کے نتیجہ میں امن وامان کی بربادی کا خطرہ ایسا خطرہ ہے' جسے ہم کسی صورت مول نہیں لے سکتے۔ اور اگر ہم طالبان کی دراندازی کے امریکی الزام کی پروا کئے بغیر اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف ایسی بھیانک کارروائیاں کرنے سے انکار کرتے ہیں جن کا مطالبہ امریکہ کر رہا ہے' تو اِس کا مطلب یہ ہو گا ہم امریکہ کے خلاف ہیں' اور اِس صورت میں ایک مرتبہ پتھر کے دور میں لے جانے کی دھمکی دی جائے گی اور طالبان کے بہانے امریکہ ہماری مغربی سرحدوں پر ننگی جارحیت کا ارتکاب کرے گا۔ ایک تجزیہ نگار کے مطابق پاکستان میں اب مغربی سرحدوں کا دفاع ایک نئی صورتحال اختیار کر گیا ہے اور آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ یہاں پر کس طرح کی کارروائی متوقع ہے۔ اِس سلسلہ میں جو بات سب سے زیادہ تشویشناک ہے وہ یہ ہے کہ ایران پر بھی امریکی حملہ خارج از امکان نہیں' لہٰذا اِس سلسلہ میں پاکستان کو کیا کرنا پڑے گا' اِس کے لئے ایک حلقۂ فکر اِس بات پر زور دے رہا ہے کہ ایران سے شاید پہلے ہی پاکستان کو اپنے زاویۂ نظر کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔

مجھے یہ ڈر ہے مُقامر ہیں پختہ کار بہت
نہ رنگ لائے کہیں ''ہمارے'' ہاتھ کی خامی!

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ قرآن کالج میں رہائش پذیر شعبہ سمع و بصر کے کارکن عبداللہ العزیز الغفور کے والد گزشتہ دنوں وفات پا گئے' بعد ازاں اُن کے ماموں بھی رحلت فرما گئے۔
قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔
اللھم اغفرلھما و ارحمھما وحاسبھما
حسابًا یسیرًا

روشن خیالی کی آڑ میں نظریۂ پاکستان سے انحراف کی راہیں تلاش کی جارہی ہیں o ایوب بیگ مرزا

ہندو ہم سے یہ سوال پوچھتا ہے کہ ہم نے پاکستان بنا کر اسلام کی کیا خدمت کی o حافظ عاکف سعید

☆ اسلام سے دُوری کے نتیجے میں ہم نفاق کا شکار ہو چکے ہیں

☆ ہم امریکہ کے دباؤ کی وجہ سے بھارت کے آگے جھکتے جا رہے ہیں

☆ مسلم لیگ میں احیائے اسلام کا مثبت جذبہ علامہ اقبال نے پیدا کیا

☆ قائداعظم نے کہا: اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے

☆ اپنے نظریے یعنی اسلام سے انحراف کے باعث پاکستان اپنا جواز کھو رہا ہے

کنونشن سنٹر اسلام آباد میں

''قائداعظم' علامہ اقبال اور پاکستان''

کے موضوع پر بانئ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا فکر انگیز خطاب

18 فروری 2007ء بروز اتوار تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام کنونشن سنٹر اسلام آباد میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خطاب کا عنوان تھا: ''قائداعظم، علامہ اقبال اور پاکستان۔'' پروگرام کا آغاز سوا دس بجے کلام اللہ کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت قاری محمد امین نے حاصل کی۔ کنونشن سنٹر کے پُر وقار اور وسیع ہال میں تنظیم اسلامی کے نعروں اور سلوگن پر مبنی بینرز بڑی خوبصورتی سے آویزاں کیے گئے تھے۔

سٹیج سیکرٹری جناب مرزا ایوب بیگ نے افتتاحی گفتگو میں کہا کہ آج روشن خیالی کی آڑ میں تاریخی حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے اور نظریہ پاکستان سے انحراف کی راہیں تلاش کی جارہی ہیں۔ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو آئین کا حصہ بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ آج کی تقریب کا مقصد انہی غلط فہمیوں کا ازالہ اور تاریخی ریکارڈ کی درستگی ہے۔

محترم حافظ عاکف سعید' امیر تنظیم اسلامی

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اور اس نظریے کی اساس اسلام ہے۔ لیکن ہمارے دانشور اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے

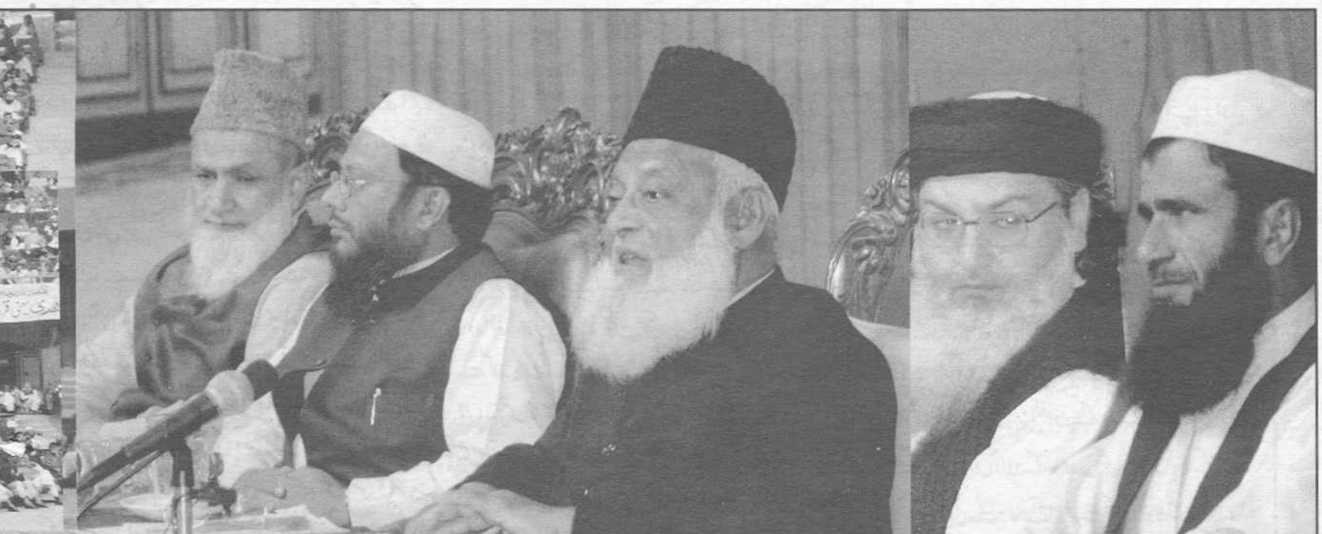

کنونشن سنٹر اسلام آباد میں بانئ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد خطاب کر رہے ہیں۔ سٹیج پر ڈاکٹر صاحب کے دائیں طرف امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید' ایوب بیگ مرزا اور بائیں طرف اظہر بختیار خلجی اور خالد محمود عباسی بیٹھے ہیں۔

تیار نہیں۔ کسی نظریاتی مملکت کی بقا کا انحصار نظریہ کی پختگی پر ہوتا ہے۔ ہم نے اس نظریے کو مضبوط کرنے کی بجائے متنازعہ بنا دیا ہے۔ حکمران روشن خیالی کے نام پر نظریۂ پاکستان کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید سے پاکستان کا وجود ممکن ہوا۔ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ تو ہمیں ایک الگ خطۂ زمین عطا کر دے تو ہم تیرے دین کو قائم کریں گے۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس بدعہدی کی ہمیں یہ سزا ملی کہ آج ہم پاکستان کی حقیقی آزادی سے عملاً محروم ہو چکے ہیں۔ آج ہندو ہم سے یہ سوال پوچھتا ہے کہ تم نے پاکستان بنا کر اسلام کی کیا خدمت کی۔ دشمن پاکستان کے خاتمے کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں۔ پاکستان اللہ کی خصوصی تائید ایزدی کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ پاکستان لاکھ کمزور سہی لیکن ایٹمی قوت ہے، جس کی وجہ سے پاکستان کا شمار چوٹی کے اسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔ آج بھی یہ ملک دنیا کا مضبوط ترین ملک بن سکتا ہے۔ اگر ہم سچے مسلمان بن جائیں اور امریکہ کا دامن چھوڑ کر اللہ کا دامن رحمت تھام لیں تو قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خواب کے مطابق پاکستان عالمی خلافت کا نقطۂ آغاز بن سکتا ہے

محترم ڈاکٹر اسرار احمد، بانی تنظیم اسلامی

سورۃ الانفال اور سورۃ الاعراف کی تلاوت آیات کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے فرمایا: کچھ عرصہ سے ہمارے بعض دانشوروں اور حکمرانوں نے نظریہ پاکستان کے بارے میں خلط مبحث کی صورت پیدا کر دی ہے۔ اگر کسی چیز کو متنازعہ بنا دیا جائے تو اس پر شک گزرنے لگتا ہے۔ ان حالات میں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ نظریۂ پاکستان کوئی حقیقی شے ہے یا نہیں؟ اس کے لیے ہمیں برعظیم پاک و ہند کی تاریخ پر نظر ڈالنا ہوگی۔ مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک ہندوستان پر حکومت کی۔ جب انگریز یہاں آیا تو مغلیہ حکومت کمزور ہو چکی تھی لہٰذا انگریز اقتدار پر قابض ہو گیا۔ مسلمانوں سے چونکہ اقتدار چھینا گیا تھا اس لیے ان میں بغاوت کے جذبات پیدا ہونا فطری تھے، چنانچہ انگریزوں نے مسلمانوں کو ہر معاملے میں پیچھے رکھا۔ ہندو پہلے بھی محکوم تھا، انگریزوں کے حکومت سنبھالنے پر ہندوؤں کے لیے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوا تھا، البتہ انگریز نے

رپورٹ: فرقان دانش خان، وسیم احمد

مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو ترجیح دی۔ ہندو اپنی اکثریت کے زور پر مسلمانوں کو دبانے لگے۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں میں خوف پیدا ہوا کہ ہندو اگر اقتدار میں آ گیا تو اُن سے بدلہ لے گا۔ چنانچہ مسلمانوں میں اپنے حقوق کے لیے بیداری کے آثار پیدا ہوئے۔ 1885ء میں آل انڈیا کانگریس قائم ہوئی تو مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا۔ مگر جلد ہی انہیں احساس ہوا کہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے انہیں الگ جدوجہد کرنا ہوگی۔ 21 سال بعد 1906ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔ اس دور میں دو عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں، محمد علی جناح اور علامہ اقبال۔ دونوں ہم عصر تھے۔ علامہ اقبال کے خاندانی اثرات میں مذہبی جذبہ موجود تھا جبکہ محمد علی جناح کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ قائداعظم اس وقت سیکولر اور نیشنلسٹ تھے۔ وہ 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور 1920ء تک کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے وابستہ رہ کر ہندو مسلم اتحاد کے لیے بھرپور کوشش کرتے رہے۔ اس پر انہیں "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" قرار دیا گیا۔ ان کی کوششوں سے 1915ء اور 1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس ہوئے۔ لیکن خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ہندوؤں نے اپنی اصلیت دکھاتے ہوئے مسلمانوں سے امتیازی سلوک اختیار کر لیا جس سے قائد مایوس ہو کر 1931ء میں انگلستان منتقل ہو گئے۔ وہ جان گئے کہ ہندو ناقابل اصلاح ہے۔

علامہ اقبال 1928ء میں انگلستان گئے، جہاں انہوں نے بیرسٹری کی اور Ph.D بھی کی۔ وہاں "مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے" کے مصداق ان کی ماہیت قلبی ہوئی۔ انہوں نے مغربی تہذیب کو ہدف تنقید بنایا، اور اسلام کی سربلندی کی خوشخبری دی۔ وہ اسلام کے روشن مستقبل کے مبشر بن کر سامنے آئے۔ انہوں نے احیائے فکر اسلامی کے لیے اہم کردار ادا کیا اور اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے اسلام کے انقلابی فکر کو عام کیا۔ دسمبر 1930ء میں خطبہ الہ آباد دیا جو بہت اہم تھا۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اسلام کی جس انقلابی فکر کو عام کیا تھا اسے انتہائی منظم، فلسفیانہ اور عمرانیات کے اصولوں کے مطابق مدلل انداز میں اس خطبے میں بیان کیا اور ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں مسلم ریاست کے قائم ہونے کی پیشین گوئی کی اور کہا کہ اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر عرب امپریلزم کے دور میں جو بدنما دھبے آ گئے ہیں، انہیں ختم کر کے اسلام کا اصل چہرہ دنیا کو دکھا سکیں گے۔ علامہ اقبال کے اس خطبے نے مسلم لیگ میں احیائے اسلام کا مثبت جذبہ پیدا کیا۔ اس کے بعد علامہ نے یہی جذبہ محمد علی جناح میں انگلینڈ جا کر پیدا کیا۔ جس کے نتیجے میں 1934ء میں محمد علی جناح واپس آ گئے اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔

ایک اسلامی ریاست کے قیام لیے محمد علی جناح نے 1937ء سے 1947ء تک اسلام کی "قوالی" کی، جس کی وجہ سے محمد علی جناح اب قائداعظم قرار پائے۔ قائداعظم نے مختلف مواقع پر فرمایا "مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے۔" "اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے۔" "انسان خلیفۃ اللہ ہے۔" "مسلمان عالمگیر قوم ہیں۔" ایک موقع پر کہا "میرا پیغام قرآن ہے۔" ان کی کوششوں کی بدولت مسلم لیگ عوامی جماعت بنی۔ اسی زمانے میں ہندو مسلم کشاکش انتہا کو پہنچ گئی۔ 1947ء میں تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے، معصوم بچوں کو قتل کیا اور ہماری ماؤں بہنوں کی عصمتوں کو تار تار کیا۔ پاکستان کا قائم ہو جانا اللہ کی خاص مشیت ایزدی کا مظہر تھا۔ (باقی صفحہ 17 پر)

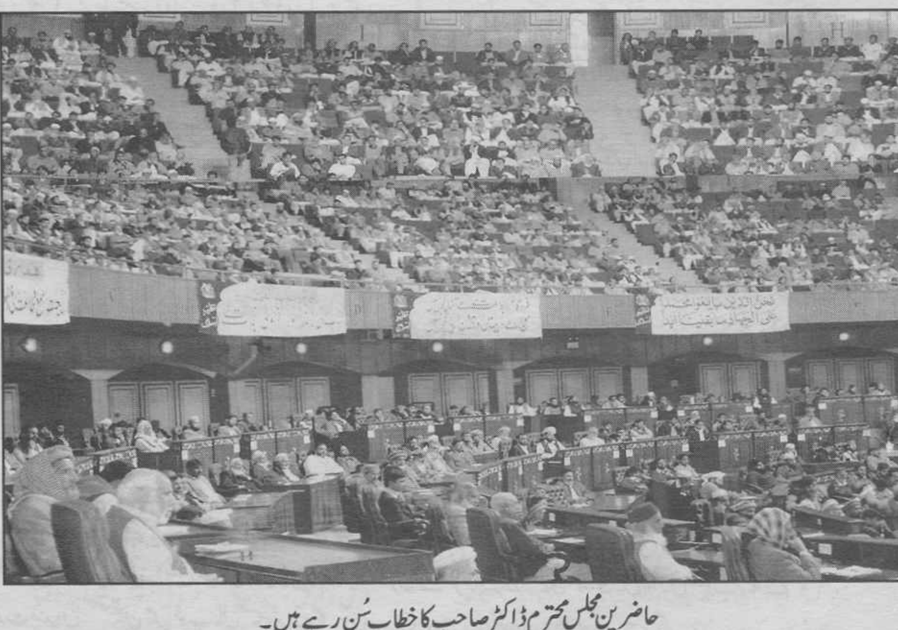

حاضرین مجلس محترم ڈاکٹر صاحب کا خطاب سُن رہے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی چند پیشنگوئیاں

فرید اللہ خان مروت

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت

جب قیصر و کسریٰ کی حکومتیں روم اور ایران میں پورے عروج پر تھیں، رسول اللہ ﷺ نے پیشن گوئی کی کہ کسریٰ جب ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا پھر کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری)

حضور ﷺ کی یہ پیشن گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ایران کے آتش پرست بادشاہ کی شکست کے بعد کوئی آتش پرست بادشاہ ایران کے تخت پر نہیں بیٹھا اور رومی شہنشاہ کی بربادی کے بعد رومی قوم کا وجود تک صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

نام بنام مقتولین بدر کی خبر

جنگ بدر سے پہلے رسول کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنھم کو ساتھ لے کر میدان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: کل اس جگہ ابو جہل مارا جائے گا، اس جگہ عتبہ جہنم واصل ہوگا، غرض نام بنام متعدد سرداران قریش کی قتل گاہ بتائی۔ (صحیح مسلم)

چنانچہ جنگ کے بعد دیکھا گیا۔ تو جہاں آپؐ نے ان لوگوں کے قتل ہونے کی جگہ بتائی وہیں ان کی لاشیں پڑی تھیں۔

قالینوں پر بیٹھنے کی خبر

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اکبر ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا قالین ہے''؟ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ہمارے ہاں قالین کا کیا کام'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں وہ وقت بہت قریب ہے جب تم قالینوں پر بیٹھو گے۔'' (صحیح بخاری)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ چند سال بعد وہ دن آیا جب ایران وشام کی فتح وغیرہ کے بعد ہم قالینوں پر بیٹھے۔

فتح ونصرت کی پیشن گوئی

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''تم لوگ جزیرہ عرب میں لڑوگے اور اللہ تمہیں فتح دے گا، پھر فارس سے لڑوگے اس پر غالب آؤ گے، پھر روم سے لڑوگے۔ اور فتح حاصل کروگے۔ (صحیح بخاری)

تاریخ شاہد ہے کہ چند سال کے اندر اندر حضور ﷺ کی یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔

عدیم المثال امن وامان کی پیشن گوئی

حضور ﷺ نے یکے بعد دیگرے عدیؓ بن حاتم طائی سے فرمایا: ''اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ اکیلی شتر سوار عورت حیرہ (کوفہ سے متصل ایک شہر) سے چلے گی اور مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو (اس طویل سفر میں) اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اگر تم زندہ رہوگے تو دیکھوگے کہ کسریٰ کا خزانہ مسلمانوں کے تصرف میں آئے گا۔ اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ آدمی اپنی مٹھی بھر سونا اور چاندی خیرات کے لئے نکالے گا لیکن کوئی خیرات لینے والا ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔'' (صحیح بخاری)

عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے کئی سال بعد خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شتر سوار (پردہ نشین) عورت حیرہ سے تنہا چل کر آتی ہے اور کعبہ کا طواف کرکے باطمینان واپس جاتی ہے اور میں اس لشکر میں تھا جس نے کسریٰ کا خزانہ فتح کیا اور اگر زندہ رہا تو تیسری بات بھی دیکھ لوں گا۔

راویوں کا بیان ہے کہ تیسری بات بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں پوری ہوگئی۔

یورپی عیسائیوں کا دنیا میں زور ہوجائے گا!

ایک دفعہ ابو مستور قریشیؓ نے حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) کے سامنے یہ روایت کی کہ آخری زمانے میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں زور ہوجائے گا۔ حضرت عمرو بن العاص نے انہیں ٹوکا اور کہا دیکھو کیا کہہ رہے ہو، سوچ سمجھ کر بات کرو۔ حضرت مستورؓ نے کہا، وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص بولے ''پھر تو درست ہے، آمنا وصدقنا۔'' (صحیح مسلم)

یہ روایت اس وقت بیان کی گئی جب مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر رکھ دیئے تھے اور ان فتوحات کا سیلاب لاکھوں مربع میل کو گھیرے میں لاچکا تھا۔ کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ یورپین اقوام ایک دن انتہائی عروج پر جا پہنچیں گی۔

حضرت مہدی کے بارے میں پیشن گوئی

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''آخری زمانہ میں ایک خلیفہ (یعنی سلطان برحق) پیدا ہوگا، جو ضرورت مندوں، مستحقین میں خوب مال تقسیم کرے گا۔ یعنی لوگوں میں بے حساب مال ودولت تقسیم کرے گا۔'' (رواہ مسلم)

دریائے فرات سے خزانہ نکلنے کی پیشن گوئی

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت نہ آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سونے کا پہاڑ برآمد نہ کرے گا۔ لوگ اس کی وجہ سے (یعنی اس دولت کو حاصل کرنے اور اپنے قبضہ میں لینے کے لئے) جنگ اور قتل وقتال کریں گے۔ پس ان لوگوں میں سے ننانوے فیصد مارے جائیں گے۔ اور ہر شخص یہ کہے گا کہ شاید میں (زندہ بچ جاؤں اور) مقصد میں کامیاب ہوجاؤں۔'' (رواہ مسلم)

یعنی ہر شخص اس توقع پر لڑے گا کہ شاید میں ہی کامیابی حاصل کرلوں اور اس دولت پر قبضہ جمالوں۔ چنانچہ ننانوے فیصد لوگ اس توقع میں اپنی جان گنوا بیٹھیں گے۔

مسلمانوں کے خلاف دنیا کی تمام قومیں اٹھ کھڑی ہوں گی!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ زمانہ آرہا ہے کہ (دنیا کی) قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہوجائیں گے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تمہاری حالت ایسی ہوجائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔'' ایک صحابیؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! وہ کمزوری کیسی ہوگی؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔'' (مسند احمد)

اسلام کے عالمی غلبے کی پیشن گوئی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جنہیں کوئی شے واپس نہیں کرسکے گی یہاں تک کہ وہ ایلیا (بیت المقدس) میں نصب کردیئے جائیں گے۔'' (رواہ الترمذی)

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ، جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کردے خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔'' (مسند احمد)

یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی بدولت عزت عطا فرما دے گا اور انہیں کلمۂ اسلام کا قائل وحامل بنادے گا یا (حالت کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرمادے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے۔

الجزائر کی مغرب نواز فوج

سید قاسم محمود

جب الجزائر کی مسجدیں مسلمانوں اور علماء کے لیے مقفل کر دی گئیں تو علماء نے ایک انوکھا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے نوجوانوں کو راغب کرنے کے لیے سماجی (سوشل) کلب قائم کیے۔ اِن کلبوں میں لیکچر کا اہتمام کیا جاتا اور نوجوانوں کو دعوت دی جاتی تھی کہ وہ اس لیکچر پر سوال و جواب اور مباحثے میں شریک ہوں۔ سٹڈی سرکل کی طرز پر اس بحث سے تعلیم کا کام لیا جاتا تھا۔ اِن کلبوں کو تین درجوں میں منظم کیا گیا۔ بچوں کے کلب' نوجوانوں اور طلبہ کے کلب اور پختہ عمر کے افراد کے کلب۔ فرانسیسی تہذیب کے زیر اثر نوجوان نسل میں نائٹ کلبوں کی طرف رجحان بڑھ رہا تھا' جہاں قمار بازی کے ساتھ ساتھ دوسری تمام بُرائیاں بھی موجود تھیں۔ حکومت ایسے نائٹ کلب کھولنے کی حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ اِن نائٹ کلبوں کے ردِعمل ہی میں علماء نے سماجی کلب قائم کیے تھے۔ ان کا بنیادی مقصد یہ بتایا گیا کہ اِن کے ذریعے نوجوان نسل کو تربیت فراہم کی جائے گی۔ سماجی کلبوں کی تشکیل اس طرز پر کی گئی تھی کہ وہ مساجد اور مدارس کی کمی کو پورا کر سکیں۔ علماء کو بخوبی علم تھا کہ ایک شرابی اور جواری نسل کی تیاری کے ذریعے فرانس اُن کا مستقبل برباد کرنا چاہتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو بلوغت اور شباب کی ممکنہ برائیوں سے بچایا جا سکے اور اُن کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی پر خاص توجہ دی جائے۔ انہوں نے نئی نسل کو یہ درس دیا کہ وہ خود اُمتِ مسلمہ کی قیادت کے لیے تیار کرے۔ اِن سماجی کلبوں میں نوجوانوں کو فرانسیسی قبضے سے پیدا شدہ نازک صورتِ حال اور اُس کے نقصانات سے بخوبی آگاہ کیا جاتا۔ اُن کو تلقین کی گئی کہ وہ اپنی اسلامی اور عربی تہذیب کے تحفظ کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔

بالآخر علماء کو چند شرائط کے ساتھ سکول قائم کرنے کی اجازت مل گئی۔ علماء کے اِن دینی مدرسوں میں طلبہ کو قرآن و حدیث اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ عربی زبان کی اہمیت بتائی جاتی اور دوسری غیر ملکی زبانوں میں مروجہ علوم سیکھنے کے لیے طلبہ کو تیار کیا جاتا تھا۔ اسلام سے گہری وابستگی اور بنیادی احکام و تعلیمات کا علم حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان سے گہری واقفیت ہو۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی زبان کو محفوظ کر کے ہی رُوحِ اسلام کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ علماء چونکہ پیشے کے اعتبار سے ''ٹیچر'' ہوتے تھے' اس لیے وہ درس و تدریس کی بنیادی ضرورتوں کو خوب سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ حکومتِ وقت اُن کے راستے میں نت نئی رکاوٹیں کھڑی کرتی رہتی ہے' لہٰذا وہ اپنی دوہری ذمہ داری کا پورا احساس رکھتے تھے۔

علماء کے قائم کردہ سکولوں کو ''جمعیت العلماء الجزائر'' کے نظم و نسق کے تحت مربوط کیا گیا۔ ذہین اور غیر معمولی صلاحیت کے طلبہ کو جامعۃ الازہر اور دوسرے اعلیٰ جامعات میں داخل کرانے کا انتظام کیا جاتا رہا۔ اس سلسلے میں تیونس کی جامعہ زیتونیہ سے خصوصی استفادہ کیا گیا۔ علماء کو اس امر کا بھی شدت سے احساس تھا کہ طلبہ کا رابطہ عربی زبان و تہذیب سے ٹوٹنے نہ پائے۔ انہوں نے مفت تعلیم کا بھی بندوبست کیا' تا کہ الجزائر کا ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔ 1948ء میں ''جمعیت'' کے زیر اہتمام 140 پرائمری سکول کام کر رہے تھے۔ اُسی سال ثانوی تعلیم کے ادارے بھی قائم کیے گئے۔ پہلا ثانوی سکول ''انسٹی ٹیوٹ آف بن بادیس'' کے نام سے قائم کیا گیا' جسے الجزائر کے مسلمانوں کی تعلیم کا سنگِ میل قرار دیا جاتا ہے۔ 1951ء میں اِس ادارے میں 702 طلبہ زیرِ تعلیم تھے' جبکہ یہ تعداد 1955ء میں 903 ہو گئی۔ اِس ادارے کی طرز پر دوسرے شہروں میں بھی ثانوی تعلیم کے ادارے کھل گئے۔

> مغربی میڈیا مسلسل پروپیگنڈا کرتا رہا کہ ''اسلامی فرنٹ'' برسرِ اقتدار آ کر ایٹمی صلاحیت کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کرے گا' جبکہ حکومت کو باور کرایا گیا کہ اس منصوبے پر عمل درآمد کی صورت میں امریکی افواج حملہ آور ہوں گی

دینی مدارس' جن کو وہاں ''قرآنی سکول'' کہا جاتا تھا' بڑی تیزی سے پورے الجزائر میں پھیل گئے۔ بعض علاقے تو ایسے بھی تھے جہاں دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ نے فرانسیسی فوج میں جبری بھرتی کے خلاف اتحاد کر لیا تھا اور وہ فوج میں خدمات انجام دینے سے صاف انکار کر رہے تھے۔ وہ جبری بھرتی اور فرانسیسی فوج کی ملازمت کو ظلم سمجھتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ فرانس انہیں جبراً بھرتی کر کے خود اُن کے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال کرتا ہے جو کہ سراسر کفر ہے' جبکہ کیمپوں میں رہائش کے دوران بری عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ علماء کا اثر اس قدر بڑھ گیا کہ اُن کے زیر اثر علاقوں میں طوائفوں کو اپنے اڈے اور نائٹ کلب بند کرنے پڑے۔

اب حکومتِ فرانس نے بھی زیادہ سنجیدگی اور سختی کے ساتھ علمائے دین کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی شروع کر دی۔ وزارتِ داخلہ نے اِن حالات کے پیشِ نظر ایک حکم جاری کیا' جس کی رُو سے عربی زبان کو ''غیر ملکی زبان'' قرار دے دیا گیا۔ علماء کو عربی زبان کی تعلیم و تدریس سے قانوناً روک دیا گیا اور پولیس اور فوج سے کہا گیا کہ وہ اس حکم پر عمل درآمد کرائیں۔ علماء کو سخت دُکھ ہوا۔ انہوں نے گورنر جنرل سے باقاعدہ طور پر سخت احتجاج کیا۔ انہوں نے پریس میں بھی بے شمار یادداشتیں اور قراردادیں ارسال کیں کہ ایک عرب ملک میں عربی زبان ہی کو غیر ملکی زبان قرار دیا جا رہا ہے۔ حکومتِ فرانس نے ایک اور حکم نامہ قدرے نرمی سے جاری کیا' جس میں کہا گیا کہ عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے علماء کو باقاعدہ اجازت لینا ہو گی۔ خلاف ورزی کرنے پر علماء کو شدید سزائیں دی جائیں گی۔ علماء نے اِس حکم نامے کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا' جس پر انہیں قید و بند اور جرمانے کی سزائیں دی گئیں۔ 1949ء میں 27 علماء کے مقدمات صرف دارالحکومت الجزیرہ کی عدالتوں کو بھیجے گئے۔ علماء نے کہا کہ جس طرح فرانس میں فرانسیسی زبان پڑھانے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' اسی طرح الجزائر میں عربی پڑھانے کے لیے کسی قسم کی اجازت نہیں لی جائے گی۔

نئے حکم کا ردِ عمل

حکومتِ فرانس کے اِس نئے حکم کا شدید ردِعمل ہوا۔ ڈاکٹر' انجینئر' وکیل' غرض ہر شعبے سے وابستہ مسلمان ''جمعیت العلماء'' سے رابطہ کرنے لگے' حالانکہ وہ عالم فاضل تھے نہ انہیں عربی آتی تھی' لیکن وہ علماء کے ساتھ احتجاجی تحریک میں شامل ہو گئے۔ تحریک میں ان لوگوں کی شمولیت کے بعد احمد بن بادیس نے ایک بیان میں کہا کہ کچھ سرکاری لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام اور عربی صرف علمائے کرام کا مسئلہ ہے' لیکن عوام کے تمام طبقوں کی زبردست حمایت نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ سارے الجزائر کا مسئلہ ہے۔ اب یہ غلط فہمی دُور ہو جانی چاہیے

کہ یورپ اور فرانس میں تعلیم پانے والے الجزائری لوگ اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ ان مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ اسلام اور عربی زبان کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے ہیں۔

علمائے کرام کی جدوجہد کا نقطۂ عروج اُن کے تین بنیادی مطالبات تھے۔ عربی زبان کی تعلیم و تدریس' مساجد میں تعلیم و تدریس کی آزادی اور غیر ملکی قوانین کی برابری کے ساتھ اسلامی قوانین کے مطابق مسلمانوں کے معاملات فیصل کیے جائیں۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ تمام سختیوں' رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود الجزائر اسلامی تہذیب کے احیاء وتجدید کے راستے پر گامزن رہا اور علمائے کرام کے ولولہ انگیز اور غیر متزلزل کردار نے اسلامی اقدار کے تحفظ اور فروغ' اسلامی تعلیم کی توسیع اور عربی زبان کے تحفظ میں زبردست کردار ادا کیا' ورنہ ممکن تھا کہ عربی کو ہمیشہ کے لیے الجزائر کی سرزمین سے نکال دیا جاتا' لیکن اِس مذہبی جنگ میں الجزائر کے کسی ایک مسلمان نے بھی کمزوری نہیں دکھائی۔ ہر مسلمان مرد اور عورت علمائے کرام کے شانہ بہ شانہ احیائے اسلام کے لیے بھی لڑتے رہے اور جنگ آزادی میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کرتے رہے۔

الجزائر کی سرزمین اسلام کے احیاء وتجدید کے لیے انتہائی موزوں ہے' مگر احیاء وتجدید کے لیے آزادی اور خودمختاری کی فضا درکار ہوتی ہے' جو الجزائریوں کو اپنی مغرب نواز فوج کے باعث میسر نہیں

الجزائر کا ایٹم بم

الجزائر میں لوکل کونسلوں کے انتخابات کے بعد یورپ نے محسوس کر لیا تھا کہ ''نیشنل لبریشن فرنٹ'' کی حکمرانی کو زوال آ چکا ہے اور اسلام پسند قوتیں اُبھر رہی ہیں۔ اِس خدشے کے تحت کہ آئندہ پارلیمانی انتخابات میں نیشنل فرنٹ (این ایل ایف) کو شکست ہوگی اور اس کی جگہ اسلامی فرنٹ حکومت بنائے گا' یورپ نے دوسرے اقدامات کے علاوہ ایک باقاعدہ مہم کے تحت الجزائر کو بدنام کرنا شروع کر دیا کہ الجزائر عرب دنیا کا پہلا ایٹم بم بنا رہا ہے۔ اِس سازش کا آغاز برطانوی پریس سے ہوا اور پھر امریکی میڈیا کا دل پسند موضوع بننے کے بعد یہ پروپیگنڈا اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ برطانیہ میں اِس کا آغاز عربی زبان کے اخبارات کے ذریعے کیا گیا' تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ گھر کے بھیدی لنکا ڈھا رہے ہیں۔ کہانی یہ گھڑی گئی کہ چین نے الجزائر کو 40 میگاواٹ قوت کا ایٹمی پلانٹ دیا ہے جس سے بجلی پیدا نہیں کی جائے گی' کیونکہ بجلی پیدا کرنے کے لیے بہت چھوٹا ہے' لیکن ایٹمی تحقیق کے لیے بہت بڑا اور مناسب ہے۔ اخبار ''الشرق الاوسط'' کی یکم مئی 1991ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی کہ الجزائر نے تسلیم کر لیا ہے کہ اُس نے ایک ایٹمی ری ایکٹر بنانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ تاہم وہ مغرب کے خدشات دُور کرنے کے لیے تیار ہے۔ الجزائر کی حکومت ''ایٹمی توانائی کی بین الاقوامی ایجنسی'' کو اپنے ایٹمی پروگرام کی تمام معلومات اور تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لیے تیار ہے اور معائنے سے بھی انکار نہیں کرے گی۔

حقیقت یہ تھی کہ چین اور الجزائر نے 1988ء میں ایٹمی پلانٹ کے سمجھوتے پر دستخط کیے تھے۔ دارالحکومت الجزیرہ سے 250 کلومیٹر جنوب میں ایک مقام پر اِس ری ایکٹر کو نصب کیا جانا تھا۔ اس کی قوت صرف 15 میگاواٹ تھی۔ اس لیے پُرامن مقاصد کے سوا اِس کا دوسرا استعمال ممکن ہی نہ تھا۔ اِس پروجیکٹ کا آغاز حوری بومدین نے کیا تھا جو الجزائر کو علاقے کی طاقت بنانا چاہتے تھے۔ یہ منصوبہ سراسر صنعتی تھا اور اس کا ایٹمی اسلحے کی تیاری سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بومدین کی کوشش تھی کہ وہ اپنے ملک کی صنعتی بنیادوں کو مضبوط کر دیں' تاکہ وہ عرب اور افریقہ میں اہم کردار ادا کر سکے۔ بومدین نے افریقی ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات پیدا کرنے کے لیے ''افریقی اتحادی کی شاہراہ'' کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔

یورپ والوں کا کہنا تھا کہ شاذلی بن جدید نے اِس پُرامن مقاصد والے ایٹمی پروگرام کو فوجی بنا دیا تھا۔ اُن کے دورِ حکومت میں چین سے ایٹمی ری ایکٹر حاصل کیا گیا۔

مغرب نے اِس مسئلے پر الجزائر کی حکومت اور حزبِ اختلاف کو لڑانے کی بھرپور کوشش کی۔ مغربی میڈیا مسلسل پروپیگنڈا کرتا رہا کہ ''اسلامی فرنٹ'' برسرِ اقتدار آ کر ایٹمی صلاحیت کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کرے گا' جبکہ حکومت کو باور کرایا گیا کہ اس منصوبے پر عمل درآمد کی صورت میں امریکی افواج حملہ آور ہوں گی اور بڑا فضائی حملہ بھی ہو سکتا ہے۔ جنوری 1991ء میں خلیجی جنگ میں اتحادی فضائیہ کے حملوں کو امریکا اور یورپ اب اس طرح استعمال کر رہے تھے جس سے خلیجی ممالک اور مشرق وسطیٰ کے کسی بھی ملک کے فوجی طاقت کے طور پر ابھرنے کا امکان نہ رہے۔ خلیجی جنگ سے قبل 12 جون 1990ء کو الجزائر کو امریکا کے فضائی حملے کی دھمکی بھی دی گئی۔ سی آئی اے کا کہنا تھا کہ ایٹم بردار الجزائر پورے خطے میں طاقت کا توازن تبدیل کر دے گا۔ اگر یہ صلاحیت ''اسلامی فرنٹ'' کے مذہبی جنونیوں کے ہاتھ آ گئی تو وہ اسے تباہ کن فوجی مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔ الجزائر کو برابر یہ خطرہ بھی لاحق رہا کہ اسرائیل نے جس طرح عراق کے ایٹمی پلانٹ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا تھا' اسی طرح الجزائر کے ایٹمی پروگرام پر بھی حملہ کر سکتا ہے' جبکہ فرانس کے فضائی حملے کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

متحدہ عرب امارات کے اخبارات نے اپنے اداریوں میں بار بار اِس امر کی یقین دہانی کرائی کہ چین سے حاصل کردہ پلانٹ پرامن مقاصد کے لیے ہے' لیکن مغربی میڈیا نے اس طرح کی یقین دہانی پر اعتبار نہیں کیا۔ اس دوران میں ایک واقعہ ہوا۔ برطانیہ کے فوجی اتاشی کو الجزائر کے ایٹمی پلانٹ کی تصویر اتارتے ہوئے پکڑ لیا گیا اور اسے فوری طور پر الجزائر چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا۔ قطر کے اخبار ''الاشرق'' نے 30 اپریل 1991ء کی اشاعت میں لکھا کہ الجزائر کے ایٹمی سائنس دانوں کی تعداد 300 ہے اور انہیں سویت یونین کی مدد اور رہنمائی حاصل ہے۔ اخبار نے یہ بھی لکھا کہ الجزائر نے 1989ء میں ارجنٹائن سے ایک ایٹمی ری ایکٹر حاصل کیا ہے اور اب اِس کے پاس تین پلانٹ ہیں۔

دسمبر 1991 میں پہلے مرحلے کے انتخابات میں ''اسلامی فرنٹ'' کی حکومت کی شاندار کامیابی کے بعد امریکی و یورپی میڈیا نے الجزائر کے ایٹمی پلانٹ پر اعتراضات میں مزید شدت پیدا کر دی اور کہا کہ اِس پروگرام سے خطے کے امن کو لاحق خطرات ''اسلامی فرنٹ'' کی حکومت کے آنے سے بہت شدید ہو جائیں گے۔ جب فوج نے ان انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا تو کچھ ہی دنوں کے بعد مغربی میڈیا نے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا کہ الجزائر ایٹم بم نہیں بنا رہا' اس کے پاس اِس قسم کی صلاحیت نہیں ہے۔ (امریکا اور برطانیہ نے مل کر ایسا ہی ڈراما عراق میں رچایا تھا۔ میڈیا سے بھرپور پروپیگنڈا کرایا گیا کہ عراق کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہیں' اس لیے حملے کا بہانہ بنایا گیا اور اب برطانیہ نے اعتراف کر لیا ہے کہ عراق میں ایسے ہتھیار نہیں تھے۔)

حقیقت یہ ہے کہ عالم اِسلام کے دوسرے ملکوں کی طرح الجزائری بھی مغربی طاقتوں کے زیر اثر جی رہے ہیں۔ مغربی طاقتیں مقامی فوج کے ذریعے اپنا تسلّط جماتی ہیں۔ الجزائر بھی اپنے آئین کی رُو سے ''الجمہوریہ'' ہے' لیکن فی الحقیقت بدترین فوجی آمریت والا مسلم ملک ہے۔ فوجی آمریت کے خلاف جب بھی الجزائر کے عوام کو موقع ملتا ہے' احتجاجی تحریک سر اُٹھاتی ہے۔ تحریک گرم ہونے لگتی ہے تو فوج آگے بڑھ کر اُسے ٹھنڈا کر دیتی ہے اور یُوں الجزائر کی تاریخ جمود کی برفیلی ٹھنڈک میں ٹھٹھری ہوئی کھڑی ہے۔ الجزائر کی سرزمین اسلام کے احیاء وتجدید کے لیے انتہائی موزوں ہے' مگر احیاء وتجدید کے لیے آزادی اور خودمختاری کی فضا درکار ہوتی ہے' جو الجزائریوں کو اپنی مغرب نواز فوج کے باعث میسر نہیں۔

[آئندہ قسط سے ہم ترکیہ میں اسلامی احیاء کی تحریکوں کا مطالعہ کریں گے۔ س ق م]

اب کہاں جاؤ گے اے دیدہ ورو!

عرفان صدیقی

مسجد اقصیٰ ایک بار پھر صیہونی کدالوں کی زد میں ہے۔ قبلۂ اوّل کے در و دیوار بھاری مشینوں کی دھمک سے لرز رہے ہیں۔ چاندی کا گنبد پھٹی پھٹی نگاہوں سے چارسُو دیکھ رہا ہے کہ شاید کوئی شہسوار ادھر آ رہا ہو۔ شبِ معراج محمد عربی ﷺ کی پابوسی کا شرف عظیم حاصل کرنے والے قبۃ الصخرہ کی خاک پاک میں ارتعاش سا پا ہے۔ حرم کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد احترام و عقیدت کا استحقاق عظیم رکھنے والی تیسری معظم عبادت گاہ ستم گار موسموں کی زد میں ہے اور ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ اسلامیانِ عالم اس قابل نہیں رہے کہ 35 لاکھ یہودیوں کی بالشت بھر بستی کو مذموم مقاصد سے باز رکھ سکیں۔ اسرائیل کے گرد آباد چار اسلامی ممالک' مصر' شام' اردن اور لبنان کا مجموعی رقبہ 13 لاکھ مربع کلومیٹر کے لگ بھگ ہے' جو 20 ہزار مربع کلومیٹر رقبہ رکھنے والی ریاست کے آگے بے بس ہیں۔ ان چار اسلامی ملکوں میں بسنے والے دس کروڑ کے لگ بھگ فرزندانِ توحید' 35 لاکھ یہودیوں کے مقابل خاک کے تودے کی طرح پڑے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم ؓ کے حکم پر قبۃ الصخرہ پر تعمیر ہونے اور مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ شکل میں ڈھلنے والی مسجد اقصیٰ' یہودیوں کے دل میں ہمیشہ سے کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ جون 1967ء میں اُس نے مصر' شام' اردن اور لبنان کے علاقوں پر تسلط جماتے ہوئے بیت المقدس کو بھی اپنے پنجۂ ستم میں جکڑ لیا۔ یہ صیہونیوں کے خوابوں کی تعبیر کا مرحلۂ اوّل تھا۔ فاتح اسرائیلی فوج کا چیف فتح یروشلم کے تیس منٹ بعد دیوارِ گریہ سے جا لپٹا اور اعلان کیا "میں جنرل شلوموگوران! اسرائیلی فوج کا چیف' اس لیے یہاں حاضر ہوا ہوں کہ اب کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔" فوراً بعد وزیر دفاع موشے دایان وہاں پہنچا اور کہا "ہم نے اسرائیل کے بٹے ہوئے دارالحکومت کو آج یکجا کر دیا ہے۔ ہم آج اپنے مقدس ترین مقام تک پہنچ گئے ہیں جس سے آئندہ کبھی جدا نہ ہوں گے۔" اسرائیلی جارحیت کے فوراً بعد جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم لیوی اشکول نے اعلان کیا "اگر اقوام متحدہ کے 122 میں سے 121 ارکان بھی یک زبان ہو کر یہ فیصلہ دے دیں اور صرف اسرائیل کا ووٹ ہی اُس کے حق میں رہ جائے تو بھی ہم مفتوحہ علاقے خالی نہ کریں گے۔" 27 جون 1967ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ نے بیت المقدس کو اسرائیل کا اٹوٹ انگ قرار دے دیا۔

وہ دن اور آج کا دن' مسجد اقصیٰ مسلسل نشانۂ ستم بنی ہوئی ہے۔ اسے منہدم کر کے ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے منصوبے جاری ہیں۔ 21 اگست 1969ء کو ایک عیسائی باشندے مائیکل روھن نے سازش کا آلۂ کار بنتے ہوئے مسجد کو آگ لگا دی۔ مسجد کے جنوبی حصے کو شدید نقصان پہنچا۔ صلاح الدین ایوبی کے بنائے گئے منبر کو بھی شعلوں نے چاٹ لیا۔ سینکڑوں فلسطینی نوجوانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر سینکڑوں فٹ بلند شعلوں پر قابو پایا۔ اس واقعے نے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا۔ صرف 26 دن بعد' 25 ستمبر 1969ء کو تمام اسلامی ممالک کے سربراہ مراکش کے دارالحکومت رباط میں جمع ہوئے۔ جذبہ و احساس میں بھیگی اور جوش و خروش سے دہکتی تقریریں ہوئیں۔ او آئی سی (اسلامی کانفرنس) کے نام سے ایک تنظیم معرضِ وجود میں آئی۔ یوں لگا جیسے مسجدِ اقصیٰ کے در و دیوار کو جھلسانے والی آگ نے مسلم حکمرانوں کے سینوں میں بھی الاؤ بھڑکا دیئے اور ہر ایک کے دل میں صلاح الدین ایوبی کی روح بے تاب انگڑائی لینے لگی ہے۔

> **قبلۂ اوّل کے در و دیوار بھاری مشینوں کی دھمک سے لرز رہے ہیں اور وہ اسلامی کانفرنس لمبی تان کے سو رہی ہے جس نے مارچ 1970ء میں اسلامی وزرائے خارجہ کے پہلے باضابطہ اجلاس میں طے کیا تھا کہ "اسلامی کانفرنس کا مرکزی دفتر عارضی طور پر جدہ میں قائم کیا جا رہا ہے جبکہ اس کا مستقل دفتر بیت المقدس میں ہوگا۔"**

ستاون اسلامی ممالک پر مشتمل اسلامی کانفرنس کو تشکیل پائے 38 سال گزر چکے ہیں۔ یہ 38 سال اُمت مسلمہ کی بے چارگی اور اسلامی کانفرنس کی بے حسی کا دلگداز نوحہ ہیں۔ مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی سے 'باب المغاربہ' کی کھدائی تک اسرائیلی خود سری اور اُمتِ مسلمہ کی بے چارگی کی داستان بکھری پڑی ہے۔ وہ اسلامی کانفرنس لمبی تان کے سو رہی ہے جس نے مارچ 1970ء میں اسلامی وزرائے خارجہ کے پہلے باضابطہ اجلاس میں طے کیا تھا کہ "اسلامی کانفرنس کا مرکزی دفتر عارضی طور پر جدہ میں قائم کیا جا رہا ہے جبکہ اس کا مستقل دفتر بیت المقدس میں ہوگا۔" کانفرنس نے اپنے چارٹر میں کہا تھا "اسلامیان عالم کے وقار' آبرو' عزت اور تکریم کا تحفظ اس کا محوری نکتہ ہوگا۔"

1996ء میں' جب موجودہ اسرائیلی وزیراعظم بیت المقدس کا میئر تھا' اُس وقت کے وزیراعظم نیتن یاہو نے مسجد کے نیچے ایک سرنگ کی کھدائی شروع کر دی۔ فسادات پھوٹ پڑے اور کم و بیش پچاس فلسطینی شہید ہو گئے۔ اور ستمبر 2000ء کا ذکر ہے جب امن مذاکرات جاری تھے اور ایک ایریل شیرون سینکڑوں مسلح یہودیوں کے ساتھ حرم القدس میں داخل ہو گیا۔ اس ناپاک جسارت کا واحد مقصد یہ تھا کہ کوئی ہمارے راستے میں آ سکتا ہے تو آئے۔ 2002ء میں عراق پر حملے کے پیش نظر امریکہ نے نام نہاد امن کا روڈ میپ پیش کیا۔ مارچ 2002ء میں عرب لیگ کے 22 ممالک نے ایک جامع امن پلان کی منظوری دی۔ اسرائیل نے امن کی ان کوششوں کا جواب دیتے ہوئے جنین کے مہاجر کیمپ کو بلڈوزروں سے روند ڈالا اور ایسا کرتے ہوئے فلسطینیوں کو ٹینکوں کے سامنے کھڑا کر کے شیلڈ کے طور پر استعمال کیا اور اب مسجد اقصیٰ کے مغربی دروازے تک جانے والے دو قدیم راستوں کی کھدائی شروع کر دی گئی۔ دو حجروں کے منہدم کر دینے کی خبر بھی آئی ہے۔ اسرائیلی ماہر آثار قدیمہ میریں ڈوو سمیت بیشتر ماہرین کا خیال ہے کہ یہ عمل غیر ضروری اور اشتعال انگیز ہے اور وہ کھدائی کے پورے عمل کو غیر قانونی قرار دے رہے ہیں۔ ایسی ہی کھدائی اسرائیل نے 1980ء میں بھی کی تھی اور ہاتھی دانت کے ایک منقش ٹکڑے کو ہیکل سلیمانی سے ملا دیا تھا۔ اب ماہرین کی تحقیق اس ٹکڑے کو جعل سازی کا نمونہ قرار دے رہی ہے۔ ایک حلقے کا کہنا ہے کہ کھدائی کی تازہ کوشش بھی کچھ نئے "نوادرات" تلاش کرنے کا مشن ہے تا کہ 'ہیکل سلیمانی' کی تعمیر کا جواز تلاش کیا جا سکے۔

قبۃ الصخرہ کے گرد و پیش کی فضاؤں میں براق کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ بسی ہے اور مسجدِ اقصیٰ کی دیواریں مضطرب دل کی طرح دھڑک رہی ہیں۔ (باقی صفحہ 19 پر)

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام شب بیداری کا پروگرام

10 فروری بروز ہفتہ کو جامع القرآن' قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن' لاہور میں شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ نماز عشاء سے آدھا گھنٹہ پہلے قرآن اکیڈمی کے ہال میں اجتماعی طور پر کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مسلسل اور شدید بارش کے باوجود رفقاء کی حاضری تسلی بخش تھی۔ نماز عشاء کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ امیر حلقہ نے رفقاء کو شب بیداری کے پروگراموں کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ تذکیر بالقرآن کے عنوان سے حافظ عبداللہ محمود نے سورۃ المزمل کی تلاوت کی اور کہا کہ جب بھی آپ قرآن پڑھیں یا سنیں تو یہ بات خاص طور پر سامنے رکھیں کہ اس میں میرے اپنے لئے کیا سبق ہے؟ انہوں نے کہا کہ کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ کو اپنی اس تخلیق یعنی انسان پر بڑا مان ہے۔ اس نے انسان میں منفی اور مثبت دونوں رجحانات رکھے اور پھر امتحان کے لئے اس دنیا میں بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جب دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری سونپی تو رات کو تہجد کی نماز کے لئے کہا۔ انہوں نے رفقاء کو ذوق و شوق دلاتے ہوئے کہا کہ آپ بھی نماز تہجد کا اہتمام کیجئے۔

اس کے بعد رشید ارشد نے 'ریا' کے عنوان سے اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان گزارشات کا سب سے پہلا مخاطب میں خود ہوں' پھر آپ ہیں۔ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ اور امام غزالیؒ، امام قیمؒ اور ابن تیمیہؒ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ریا کی تعریف یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے سے زیادہ دکھانے کی کوشش کرنا' اور مزید یہ کہ تعبدی امور میں دکھاوے کی خاطر زیادہ محنت کرنا۔ گفتگو کو بڑھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یقیناً یہ اچھا ہے کہ ہم تنظیمی امور کی انجام دہی کے لئے غور و فکر کرتے ہیں' دعوتی پروگراموں کے لئے محنت کرتے ہیں، دوڑ دھوپ کرتے ہیں' لیکن ہمیں اپنے اندر کی برائیوں سے بھی خبردار رہنے کے لئے سوچ بچار کرنا چاہئے اور شیطان کے اس ہتھیار سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

شب بیداری کے اگلے پروگرام میں ناظم حلقہ حسن ظہیر نے ملٹی میڈیا کے ذریعے "رفقاء کی تربیت کے اہداف اور ان کا حصول" کے موضوع پر پانچ عنوانات یعنی روحانی پہلو، اخلاقی پہلو، علمی و فکری پہلو، تنظیمی تقاضا اور دعوتی و تحریکی پہلو کے تحت بھرپور گفتگو کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے حلقہ لاہور کی پچھلے چھ ماہ کی رپورٹ کے اہم پہلوؤں کو ملٹی میڈیا کے ذریعے رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ بعد ازاں حسن ظہیر سے سوال و جواب کی نشست رہی۔ پھر امیر حلقہ نے اس نشست کے خاتمہ کا اعلان کیا۔

رات کے آرام کے بعد صبح تہجد کے لئے رفقاء بیدار ہو گئے۔ نماز فجر کے بعد بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے رفقاء سے خطاب کیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت کا تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے کرنی چاہئے اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں"۔ محترم بانیٔ تنظیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو چیزیں ودیعت کی ہیں' ان میں سے ایک اللہ کی معرفت ہے' اور پھر اس سے محبت۔ اور یہ محبت انسان نے کسی نہ کسی سے ضرور کرنی ہے۔ انسان جب اللہ کو نہیں پہچان پاتا تو پھر وہ اور چیزوں کو اپنا نصب العین بنا کر ان سے شدید محبت کرنے لگتا ہے۔ جس انسان کا کوئی نصب العین نہ ہو' وہ صحیح معنوں میں انسان نہیں ہے بلکہ وہ انسان نما حیوان ہے۔ انسان وہی ہے جس کا کوئی نصب العین ہو' اگرچہ یہ نصب العین گھٹیا بھی ہو سکتا ہے اور بڑھیا بھی ہو سکتا ہے' مثلاً اپنی ذات کے لئے دولت مند بننا، اقتدار پسند بننا، اس سے اونچا قوم پرستی، وطن پرستی اور آج کل جس کا بڑا چرچا ہے انسان دوستی لیکن ان سب سے بلند تر نصب العین ہے' اللہ سے دوستی۔ ذہن میں رکھئے یہ بات بڑی اہم ہے کہ جیسا جیسا نصب العین ہو گا ویسا ہی کردار وجود میں آئے گا۔ اب اللہ سے محبت کے لئے دوستی کے لئے ہمارے سامنے دو راستے آتے ہیں۔ ایک صوفیاء کا راستہ ہے کہ خلوتوں میں لو لگاؤ' شاید محبت الٰہی کی کوئی کرن مل جائے۔ اور دوسرا راستہ ہے اللہ اور رسول سے محبت اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر 24 میں اس کو کھول کر بیان کیا گیا۔ اب عملی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محبت کیسے پیدا ہو۔ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے یہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ جس جس نعمت کی جتنی جتنی قدر و قیمت معلوم ہو اس کا اتنا ہی شکر ادا کیا جائے۔ نیز جس نعمت کا جتنا استعمال کیا جائے وہ اس کا اتنا ہی شکر ہے۔ سب سے بڑی نعمت اللہ کا دین ہے۔ اس کا شکر ہے اس کو پھیلانا' عام کرنا اور اس کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا۔ اس کے علاوہ جب بھی کسی خیر و بھلائی کے کام کی توفیق ملے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔

بانیٔ تنظیم کے خطاب کے بعد امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے رفقاء سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 1975ء میں تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا تھا اور آج 2007ء ہے۔ ظاہر ہے اس وقت دنیا کے حالات اور تھے' آج حالات اور ہیں۔ آج کا دور میڈیا کا دور ہے اور وہ جو چیز جس طرح ہمارے سامنے لاتا ہے اسی کے لحاظ سے ہمارا عمل شعوری یا لاشعوری طور پر متاثر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا میں آج بھی علی وجہ البصیرت (جیسی بھی ہے اور جتنی بھی ہے) یہ سمجھتا ہوں کہ تنظیم اسلامی کے فکر میں وہ توازن موجود ہے جو ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے۔ کمی کوتاہی ہمارے اپنے افعال میں ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جماعت کا عملاً کوئی وجود نہیں ہوتا۔ جماعت تو افراد سے بنتی ہے۔ افراد کے اعمال ہی حقیقتاً جماعت بناتے ہیں ہم میں سے رفقاء کی اکثریت تنظیم میں شمولیت کو انتہا سمجھ لیتی ہے۔ یعنی تنظیم میں شمولیت کو ہی جنت میں پہنچ جانا سمجھ لیتے ہیں۔ یہ نقطۂ نظر صحیح نہیں ہے بلکہ اصل کام تو تنظیم میں شمولیت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے رفقاء کو تلقین کی کہ تنظیم اسلامی کا بنیادی کتابچہ تعارف تنظیم اسلامی پڑھے۔ پہلے پڑھا ہوا ہے تو دوبارہ پڑھے۔ امیر حلقہ کی گفتگو کے بعد شب بیداری کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد یونس، معتمد تنظیم اسلامی حلقہ لاہور)

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا نصف روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے زیر اہتمام 21 جنوری کو نصف روزہ دعوتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز دس بجے تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ جناب محترم مجیب الرحمٰن نے آیت البر پر مختصر تشریح کے ساتھ نیکی کی حقیقت کو واضح کیا۔ اس کے بعد شجاع الدین نے حدیث مبارکہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے ملت اسلامیہ کے پانچ ادوار کا ذکر کیا' سنائی اور اس کی تشریح کی۔ اس کے بعد جناب شاہد قریشی نے کہا کہ آج ہم روزی کمانے کے لئے اتنی مشقت میں پڑے ہوئے ہیں کہ صبح آٹھ بجے سے رات بارہ بجے تک بس معاش کی فکر رہتی ہے' حالانکہ ہمیں آخرت کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ انہوں نے ساتھیوں کو سنت رسول ﷺ کو اپنانے اور زندگیوں میں ڈھالنے کی تاکید کی۔ مجیب الرحمٰن نے ندائے خلافت شمارہ نمبر 1 کا سرورق پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد محترم عبدالرحمٰن نے سیرت صحابہؓ کے موضوع پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی شان بیان کی اور ان کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات پر روشنی ڈالی۔ یکم محرم الحرام کی مناسبت سے خالد مختار صاحب نے نئے سال کی مبارک باد دیتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ مجیب الرحمٰن نے ندائے خلافت' میثاق اور حکمت قرآن کے مطالعے اور انہیں پھیلانے کی طرف رفقاء کی توجہ مبذول کرائی۔ آخری مقرر نثار احمد خان نے تذکیر بالقرآن کے حوالہ سے سورۃ المومنون کی پہلی گیارہ آیات پر مفصل روشنی ڈالی۔ چند اعلانات کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ دوپہر کے کھانے پر یہ نصف روزہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 40 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عبدالرحمٰن)

تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام شب بیداری اور ایک روزہ اجتماع

27 جنوری 2007ء کو قرآن اکیڈمی ملتان میں ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام دو نشستوں پر مشتمل تھا۔ پہلی نشست مغرب تا رات دس بجے تک جاری رہی۔ جس میں سب سے پہلے ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے دین و مذہب کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے چارٹس اور بورڈ کی مدد سے شرکاء کو دین و مذہب کا فرق سمجھایا۔

اس کے بعد جام عابد حسین نے ندائے خلافت کے سرورق پر شائع شدہ ابوالحسن علی ندوی کی تحریر کا اقتباس "اگر اب بھی نہ جاگے تو" کا اجتماعی مطالعہ کرایا۔ نماز عشاء کے بعد بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہٗ کا خطاب بذریعہ ویڈیو سنایا گیا۔ خطاب کا موضوع "عہد حاضر میں نظام

خلافت کا قیام" تھا۔ خطاب کے بعد تمام شرکاء کو رات کا کھانا کھلایا گیا۔ اور رات کو تقریباً 15 رفقاء نے اکیڈمی میں قیام فرمایا۔

دوسری نشست کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ انفرادی نوافل و تلاوت کے بعد جناب شیراز اختر نے اذکار مسنونہ کا مذاکرہ کرایا اور رفقاء کو کچھ دعائیں یاد کرائیں۔ بعد نماز فجر ڈاکٹر محمد طاہر نے سورۃ الحدید کی چند آیات کے حوالے سے ایمان اور نفاق کی حقیقت کو واضح کیا۔ درس کے بعد ناشتہ کا وقفہ کیا گیا۔

28 جنوری کو ایک روزہ پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام بعد نماز فجر، نماز ظہر قرآن اکیڈمی میں ہی جاری رہا۔ ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کا مذاکرہ کرایا۔ جام عابد حسین نے تنظیم اسلامی میں اسرہ و نقیب کا تصور و اجتماع اسرہ کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اس اجتماع میں کل 22 رفقاء نے شرکت کی۔ (مرتب: رانا عبدالرحمٰن صالح)

☆☆☆☆☆

بقیہ: اداریہ

لیڈران حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں، سویلین ہوں یا فوجی، بیان کی حد تک جو چاہے کہتے رہیں، عملی طور پر فرمان مغرب کو فرمان الٰہی پر ترجیح دیتے ہیں۔ قائداعظم نے 11 جنوری 1938ء کو ایک جلسہ عام میں مسلم لیگ کے جھنڈے کو لہراتے ہوئے کہا تھا:

"We say this flag is the flag of Islam. They think we are introducing religion into politics-a fact of which we are proud. Islam gives us a complete code. It is not only religion but it contains laws, philosophy and politics. It contains every thing that matters to a man from morning to night."

ترجمہ: "ہم کہتے ہیں یہ جھنڈا (مسلم لیگ کا جھنڈا) اسلام کا جھنڈا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں، ہم سیاست میں مذہب کو متعارف کروا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس پر فخر ہے۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطہ دیتا ہے۔ یہ صرف مذہب نہیں ہے بلکہ اس میں شریعت، فلاسفی اور سیاست بھی ہے۔ اس میں ہر وہ چیز ہے جس سے انسان کا صبح شام تعلق رہتا ہے۔"

اس سب کچھ کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ قائداعظم کا رجحان سیکولر نظام کی طرف تھا تو یہ بددیانتی ہے، بدترین ڈھٹائی ہے اور دماغ کا خلل ہے۔ ہمیں ایم پی بھنڈارا سے کوئی گلہ نہیں کہ وہ اقلیتی رکن ہیں، نادانی اور لاعلمی کی بنیاد پر انہیں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں اُن سے کیا سلوک ہوگا۔ ہم تو اُن مسلمان اراکین اسمبلی سے پوچھتے ہیں جنہوں نے اس بل کی حمایت میں ووٹ دیا ہے کہ تمہاری غیرت کو کیا ہوا؟ تم نے قائداعظم کے آٹھ سالوں میں ڈیڑھ سو فرمودات سے آنکھیں کیوں موند لی ہیں اور دشمن کے رٹائے ہوئے جملوں کی قوالی کئے جا رہے ہو۔ ہوش کے ناخن لو، چند روزہ اقتدار کی لالچ تمہاری عاقبت تباہ نہ کر دے۔ کبھی امریکیوں کے شانہ بشانہ اپنے افغان بھائیوں کا خون بہاتے ہو، کبھی ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے اشوکا اور داہر کے گن گاتے ہو۔ اے حکمرانو! ہم تمہیں بھی اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور ازراہ ہمدردی صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں لیکن ہمیں اصل فکر اُس مملکت خداداد کی ہے جو ہم نے اللہ سے اس وعدہ پر لی تھی کہ ہم رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے کے لئے اِس ملک کو نمونہ بنائیں گے۔ ماضی سے سبق سیکھنے کا تمہیں سلیقہ نہیں تو حال پر ہی نگاہ ڈال لو۔ وہ سفید ہاتھی جس کی ایک ٹیلی فون کال پر تم دوست کو دشمن بنا لیتے ہو، اُس کی ٹانگیں دجلہ اور فرات کی دلدل میں پھنس چکی ہیں اور اُس کی سونڈ پر پہاڑوں اور غاروں میں رہنے والے کاٹ رہے ہیں، تم بھی اللہ کا نام لے کر اُس کے راستے کی دیوار بن جاؤ۔ 11 اگست کی تقریر کی بھول بھلیوں میں قوم کو نہ ڈالو۔ بانیان پاکستان کی دکھائی ہوئی اس راہ پر گامزن ہو جاؤ کہ "پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔"

بقیہ: رپورٹ

قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد پاس کی گئی جس میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار سے ملک میں قانونی طور پر خلافت کی بنیاد پڑ گئی۔ اس کے بعد ہماری تاریخ کے تلخ حصے کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم نے اسلام کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کی جس کے لیے ہم سب مجرم ہیں۔ ہم نے اپنی معیشت کو سودی نظام پر استوار کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ اپنی زراعت جاگیرداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جس سے ملک میں معاشی ناہمواری پیدا ہوئی۔ اس وقت ہمیں دوطرفہ یلغار کا سامنا ہے۔ ایک طرف مغربی فکر کی یلغار ہے اور دوسری طرف بھارت کی ثقافتی یلغار۔ اسلام سے اس انحراف کے نتیجے میں ہم میں نفاق پیدا ہو چکا ہے۔ نفاق باہمی کے نتیجے میں 1971ء میں پاکستان دولخت ہو چکا ہے۔ صوبائی عصبیت کی وجہ سے ہمارے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ اخلاقی سطح پر بھی ہمارا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ پاکستان کا دستور منافقت کا پلندہ ہے جس میں اسلام موجود ہے لیکن وہ شقیں غیر مؤثر ہیں۔ اس وقت پاکستان اپنا جواز کھو رہا ہے۔ یہاں اسلام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ ہماری سیاست میوزیکل چیئر گیم بن چکی ہے۔ ہم امریکہ کے دباؤ کی وجہ سے انڈیا کے آگے جھکتے جا رہے ہیں۔ لُک کے نام پر سب کچھ ہو رہا ہے۔ کنفیڈریشن کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بسنت منائی جا رہی ہے۔ اگر ہم یہاں اسلام نافذ کر کے اپنی نظریاتی اساس کو مضبوط کر کے Normalization کی باتیں کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن اس وقت حالات منفی رخ پر جا رہے ہیں۔

عالمی سطح پر اس وقت آخری صلیبی جنگ جاری ہے اور صدر مشرف پر سخت وقت آنے والا ہے۔ امریکہ کی طرف سے Do more کی تکرار جاری ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اسلام پسندوں کا خاتمہ نہیں کرو گے تو ہم کریں گے۔

پاکستان کی بقاء اور استحکام صرف اور صرف اسلام سے وابستگی میں ہے۔ ہمیں قوم حضرت یونسؑ کی طرح اجتماعی توبہ کرنی چاہیے۔ صدر مشرف کے لیے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ پاکستان کے دستور میں موجود اسلامی قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے چند دفعات میں ترامیم کر کے ہم ملک میں نرم انقلاب کا آغاز کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو سخت انقلاب کی تیاری کرنا ہوگی۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں انفرادی توبہ کرنی چاہیے۔ پھر ہم مل جل کر حزب اللہ بنائیں جس کی بنیاد بیعت سمع و طاعت پر ہو۔ ہر شخص اس جدوجہد میں مصروف ہو جائے اور اپنی جانیں دینے کے لیے تیار ہو جائے اور ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے ایسی کسی تنظیم میں ضرور شرکت کرے جو ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کر رہی ہو۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا تو "تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں" کے مصداق اللہ ہمارے بجائے کسی اور سے کام لے لے گا۔ کیونکہ صحیح احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر دین غالب ہوگا۔ اب بھی وقت ہے اگر ہم اپنا قبلہ درست کر لیں تو کوئی عجب نہیں کہ یہ سعادت ہمارے حصے میں آ جائے۔

تنظیمی اطلاعات

☆ حلقہ سندھ بالائی کی مقامی تنظیم سکھر سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور مرکزی اُسرہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے حافظ خالد شفیع کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کی مقامی تنظیم گوجرانوالہ سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور مرکزی اُسرہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے خورشید نبی نور کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے

☆ حلقہ سرحد شمالی کی مقامی تنظیم تیمر گرہ سے رفقاء کی آراء، امیر حلقہ کی تجویز اور مرکزی اُسرہ سے مشورہ کے بعد امیر محترم نے شاکر اللہ کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

امریکا کی منافقت

ایران اور شمالی کوریا دونوں کو امریکی بدی کا محور ملک سمجھتے ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ بڑا مختلف سلوک کر رہے ہیں۔ ایٹمی لحاظ سے شمالی کوریا اور ایران میں بہت فرق ہے۔ اوّل الذکر ایٹمی دھماکہ کر چکا ہے‘ جب کہ ایرانیوں نے ابھی تک ایٹم بم نہیں بنایا اور اس مرحلے سے بہت پیچھے ہیں۔ اس کے باوجود امریکی تقریباً ہر روز ایران کو حملے کی دھمکیاں دیتے اور اُسے تباہ و برباد کرنے کا کہتے ہیں۔

دوسری طرف امریکا شمالی کوریا سے بڑا نرم دلانہ سلوک برت رہا ہے۔ گو جنوبی کوریا میں اس کی فوج موجود ہے‘ تاہم وہ زیادہ متحرک نہیں۔ اس نرم سلوک کی ایک وجہ شاید چین ہے۔ چینیوں ہی نے حالیہ معاہدہ کرایا ہے جس کے ذریعے شمالی کوریا کو اپنی ایٹمی تنصیبات تباہ کرنے پر 300 ملین ڈالر اور دیگر امداد ملے گی۔ شمالی کوریا کو دھمکیاں ضرور دی گئیں آخر کار بھاری رقم دے کر اُسے خاموش کر دیا گیا۔

ایران کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہے‘ حالانکہ وہ این پی ٹی معاہدے سے دستخط کر چکا ہے۔ وہ توانائی حاصل کرنے کے لیے ایٹمی طاقت استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ایرانی حکومت اعلان کر چکی ہے کہ وہ ایٹم بم بنانے کا ارادہ نہیں رکھتی‘ اس کے باوجود امریکا اور اس کا حواری‘ اسرائیل مطمئن نہیں حالانکہ ایران نے اپنی ایٹمی تنصیبات کے دروازے بھی کھول رکھے ہیں تاکہ اقوام متحدہ کے انسپکٹران کا معائنہ کر سکیں۔

افغانستان میں جنگ کی لہر

موسم بہار کی آمد کے ساتھ ہی افغانستان میں جنگ کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ طالبان کے کمانڈر دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ اس موسم بہار میں غیر ملکی فوج کے خلاف بہت بڑا آپریشن کریں گے۔ اُدھر امریکا اور نیٹو طالبان پر قطعی حملے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ امریکا نے اعلان کیا ہے کہ وہ افغانستان میں مزید افواج بھجوائے گا اور اس کے فوجیوں کی تعداد بڑھ کر 27 ہزار تک پہنچ جائے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ امریکا اور نیٹو کی بربریت اپنی جگہ مگر طالبان کے احیاء نے تحریک آزادی میں نئی جان ڈال دی ہے۔ امریکہ لاکھ کوشش کرے بالآخر اُسے روسیوں کی طرح افغانستان سے رسوا ہو کر نکلنا پڑے گا۔ اُسے اگر عزت چاہیے تو اُس کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ افغانستان کی سرزمین افغانوں کے حوالے کر کے یہاں سے چلا جائے۔

اسلام آباد میں اجلاس

حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ 25 فروری کو اسلام آباد میں ایک خصوصی اجلاس ہو رہا ہے جس میں اسلامی سربراہ کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اور سات اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ شریک ہوں گے۔ اس اجلاس کا مقصد مکہ کانفرنس کی تیاری کرنا ہے جو سعودی عرب میں اسرائیل‘ فلسطین تنازع اور عراق و افغانستان میں جاری جنگ کے سلسلے میں ہوگی۔ امید ہے کہ اس میں پاکستان اور سعودی عرب کے علاوہ ایران‘ شام‘ عراق‘ لبنان اور فلسطین کے صدور شرکت کریں گے۔

صومالیہ میں لڑائی جاری

صومالیہ کی عبوری حکومت کی فوج نے ایتھوپین فوج کی مدد سے صومالی دارالحکومت‘ موغادیشو پر قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ وہاں ابھی اپنے قدم نہیں جما سکی۔ اسلام پسندوں نے ابھی ہار نہیں مانی اور انہوں نے چھاپہ مار کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں۔ وہ دراصل اپنے وطن میں ایتھوپیائی فوج کو دیکھنے کے روادار نہیں۔ اس سلسلے میں انہیں عام صومالیوں کی بھی حمایت حاصل ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے‘ کیونکہ عبوری حکومت کو عوام کی حمایت حاصل نہ ہوئی‘ تو وہ زیادہ عرصے تک موغادیشو میں نہیں ٹھہر سکے گی۔ اس کے بعد اسلام پسند پھر برسراقتدار آ جائیں گے یا دارالحکومت ایک بار پھر جنگی سرداروں کے قبضے میں چلا جائے گا۔ یہ صورت حال مدنظر رکھ کر کئی باشندے شہر چھوڑ رہے ہیں۔

افغان مہاجرین کا انخلا

حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ 2009ء تک پاکستان میں رہنے والے تمام افغان مہاجرین کو واپس افغانستان بھجوا دیا جائے گا۔ اِس حکمت عملی کے تحت بلوچستان اور سرحد میں قائم افغان بستیاں مرحلہ وار خالی کرائی جائیں گی۔ پاکستانی حکومت چاہتی ہے کہ افغان مہاجرین اپنے ملک جا کر اس کی تعمیر نو میں حصہ لیں۔ یاد رہے کہ اس وقت سرکاری طور پر چوبیس لاکھ افغان مہاجرین موجود ہیں۔ ان میں سے دس لاکھ بستیوں اور چودہ لاکھ شہروں میں آباد ہیں۔ 2002ء سے تقریباً اٹھائیس لاکھ افغان مہاجرین اپنے وطن بھیجے جا چکے ہیں۔

امت مسلمہ کی فوج

اسلامی سربراہ کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین احسان اوگلو نے انکشاف کیا ہے کہ یہ تجویز زیر غور ہے کہ مسلم امن فوج تشکیل دی جائے۔ اس طرح تنظیم کی اہمیت عالمی سطح پر اجاگر ہوگی۔ ہمارے خیال میں یہ تجویز فوری طور پر منظور ہونی چاہیے‘ کیونکہ اس طرح اسلامی ممالک میں خصوصاً امریکا کی دخل اندازی کم ہو جائے گی اور وہ وہاں جو فرقہ ورانہ فسادات کرانے کی کوشش کرتا ہے‘ ان سے نجات مل جائے گی بشرطیکہ یہ فوج اقوام متحدہ اور امریکہ کی تابع مہمل نہ بنے۔

فلسطین کی اتحادی حکومت

8 فروری کو مکہ معظمہ میں الفتح اور حماس کے مابین ہونے والے دوستانہ معاہدے سے شکر ہے کہ فلسطین اتھارٹی میں جاری خانہ جنگی رک گئی اور اب وہاں امن ہے۔ فلسطینی صدر محمود عباس نے معاہدے کے مطابق اسماعیل حانیہ کو نئی اتحادی حکومت بنانے کی دعوت دے دی ہے‘ لیکن اُدھر امریکا نے اعلان کیا ہے کہ وہ اتحادی حکومت سے تعاون نہیں کرے گا کیونکہ وہ اس کی شرائط پر پوری نہیں اترتی۔

امریکیوں کا کہنا ہے کہ اگر فلسطینی آزاد ریاست چاہتے ہیں‘ تو پہلے انہیں اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کرنا پڑے گا۔ الفتح اس بات کی حامی ہے مگر حماس کے ایجنڈے میں سرفہرست اسرائیل کی تباہی ہے‘ اس لیے سارا تنازع اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

مسجد اقصیٰ میں کام رک گیا

اسرائیلی حکومت نے مسجد اقصیٰ کے قریب تعمیر کا کام تو روک دیا ہے لیکن آثار قدیمہ کے ماہرین کی کھدائی جاری ہے۔ یہ یہودی ماہرین دراصل اپنے ہیکل سلیمانی کے کھنڈرات تلاش کرنے کی تگ و دو میں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس جگہ مسجد اقصیٰ ہے‘ وہاں حضرت سلیمانؑ نے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا تھا۔ آج کل اسرائیلی وزیراعظم ترکی کے دورے پر ہے اور اُس نے یہ بات مان لی ہے کہ ترک ماہرین کا ایک وفد مسجد اقصیٰ کا دورہ کرے تاکہ مسلمانوں کے شکوک و شبہات دور ہو سکیں۔

صدر پیوٹن کا دورۂ سعودی عرب

روس کے صدر پیوٹن نے سعودی عرب کا تاریخی دورہ کیا ہے۔ لگتا ہے کہ پیوٹن اسلامی ممالک سے تعلقات بڑھانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے امریکا پر بھی تنقید کی ہے‘ جس سے ظاہر ہے کہ وہ اُسے باور کرانا چاہتے ہیں کہ امریکی واحد عالمی طاقت نہیں۔ پیوٹن نے سعودیوں کو ایٹمی ری ایکٹر لگانے کی پیش کش کی ہے‘ دیکھئے سعودی کیا کہتے ہیں۔ ویسے وہ ایٹمی توانائی کے حصول کے سلسلے میں ایٹمی منصوبہ شروع کرنے کا عندیہ دے چکے ہیں۔

یاد رہے کہ ایران نے روسی امداد ہی سے اپنا ایٹمی منصوبہ شروع کیا تھا اور روسی ماہرین ہی نے ایرانی ایٹمی ری ایکٹر تعمیر کیے ہیں۔ روس نے سعودیوں کو T-90 ٹینک دینے کی بھی پیش کش کی ہے۔

اعتذار

قارئین! ندائے خلافت کے گزشتہ شمارے کے بیک ٹائٹل پر جو انگریزی مضمون شائع ہوا کمپوزر کی غلطی سے اُس میں مضمون نگار کا نام غلط چھپ گیا۔ وہ مضمون محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا نہیں تھا‘ بلکہ محترم عابد اللہ جان صاحب کا تھا ہم اس سہو پر معذرت خواہ ہیں۔

عنقریب اسلام ازم کے حامی دنیا پر غالب آ جائیں گے اور اسلامی قانون نافذ کر دیں گے۔ گلوبلائزیشن کی کوششوں کے نتیجے میں ایک عالمی تہذیب تو وجود میں آئے گی مگر یہ تہذیب مغربی نہیں ہو گی اسلامی ہو گی

ایک مباحثہ

لطف الرحمٰن خان

حال ہی میں لندن میں ایک مباحثہ (Debate) منعقد ہوا' جس کا اہتمام لندن کے میئر نے کیا تھا۔ اس کی رپورٹ روزنامہ ڈان نے اپنی 21 جنوری 2007ء کی اشاعت میں شائع کی ہے۔ اس میں زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ کرۂ ارض کو ایک عالم بنانے (Globolization) کی کوشش کے نتیجہ میں کوئی عالمی تہذیب وجود میں آئے گی یا یہ کوشش تہذیبوں کے تصادم پر منتج ہو گی۔ اس مباحثہ میں مصنفین' اساتذہ' مذہبی رہنماؤں اور متعدد اداروں کے کارکنوں نے بھرپور حصہ لیا اور حاضرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے انہماک اور پورے جوش وخروش سے اس میں شرکت کی۔

مقررین میں امریکہ کے مڈل ایسٹ فورم کے ڈائریکٹر بھی شامل تھے۔ یہ فورم دراصل ایک حلقہ' مفکرین (Think Tank) ہے جو امریکہ کے پالیسی ساز اداروں کو مشرق وسطی کے علاقے کے متعلق اپنی سفارشات پیش کرتا ہے۔ ڈائریکٹر صاحب نے کہا کہ تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے لیکن درحقیقت یہ تہذیبوں کا تصادم نہیں ہے بلکہ تہذیب اور بربریت کا تصادم ہے۔ ان کے ذخیرۂ الفاظ (Vocabulary) میں بربریت اور اسلام پسندی (Islamism) ہم معنی الفاظ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تہذیب اور بربریت کے موجود تصادم کا کوئی پرامن حل ممکن نہیں ہے۔ جب کوئی ایک فریق دوسرے پر غالب آ جائے گا' اس کے بعد ہی دنیا میں امن قائم ہو گا۔ انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب اسلام ازم کے حامی غالب ہو جائیں گے اور مغرب پر شرعی قوانین مسلط کریں گے۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اسلام کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اسلام ازم کے خلاف ہیں۔

ڈائریکٹر صاحب کے خیالات کا سلیس اردو میں مطلب یہ ہے کہ Globalization کی کوشش کے نتیجے میں ایک عالمی تہذیب تو وجود میں آئے گی لیکن وہ مغربی تہذیب نہیں ہو گی بلکہ اسلامی تہذیب ہو گی جسے وہ کبھی بربریت اور کبھی اسلام ازم کہتے رہے۔

روزنامہ ڈان نے اس مباحثہ کی جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں ان حقائق وشواہد کا ذکر نہیں ہے جن کی بنیاد پر ڈائریکٹر صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اس لئے ہم صرف قیاس ہی کر سکتے ہیں۔ پہلی بات ذہن میں یہ آتی ہے کہ اس کی بنیاد وہ حدیث نہیں ہو سکتی جس میں رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اینٹ گارے کے بنے ہوئے ہر مکان میں اور اون کے بنے ہوئے ہر خیمہ میں اسلام داخل ہو جائے گا۔ غالب امکان یہ ہے کہ مغرب کے تحقیقی اداروں کی اُن رپورٹوں نے انہیں اس نتیجہ تک پہنچایا ہے' جن میں بتایا گیا تھا کہ مغرب میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا یعنی غلبہ پانے والا مذہب اسلام ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ نائن الیون کے بعد اس کی تیز رفتاری میں اضافہ ہو گیا ہے۔

نائن الیون سے پہلے اسلام کا راستہ روکنے کے لئے بنیاد پرست اور انتہا پسند کی اصطلاحات وضع کر کے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی' جس میں ناکامی کے بعد Conversion یعنی تبدیلیٔ مذہب پر پابندی عائد کرنے پر سنجیدگی سے غور کیا گیا۔ اگر مشنریاں آڑے نہ آتیں تو شاید یہ پابندی لگ جاتی۔ پھر نائن الیون کے بعد دہشت گردی کی اصطلاح کے سہارے سے فوج کشی کا جواز پیدا کیا گیا۔ مغربی مفکرین کے خیال میں اسلام کا راستہ روکنے کا یہ آخری حربہ تھا جو انہوں نے استعمال کر لیا۔ وہ یہ بھول گئے کہ فوجی طاقت سے علاقے تو فتح کئے جا سکتے ہیں لیکن طاقت سے نظریات فتح نہیں کئے جا سکتے' اور ڈائریکٹر صاحب کی باتوں میں اسی حقیقت کا اعتراف جھلکتا نظر آ رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ داری نظام کی قائم کردہ مغربی تہذیب کا کمزور پہلو اس کا نظریاتی پہلو ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نظریاتی محاذ پر زیادہ توجہ دیں اور اس پر زیادہ کام کریں۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

گنبدوں اور میناروں والی لاکھوں بستیاں گنگ ہیں۔ نیل کے ساحل سے کاشغر کی خاک تک ستاون اسلامی ممالک کے جری حکمرانوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جو اسرائیل کے ظلم' جبر اور ناانصافی کا برملا ذکر کرے۔ برسوں قبل ایک مردِ حق' حسن البنا شہید نے کہا تھا ''اسرائیل اُس وقت تک موجود رہے گا اور پھلتا پھولتا رہے گا جب تک اہلِ اسلام اس کا وجود نابود نہیں کر دیتے۔'' لیکن آج یہ بات کہنا زمینی حقائق اور عملیت پسندی کے منافی ہے۔ 38 برس پہلے اسلامی کانفرنس تنظیم کے قیام کا مقصد اولیٰ' بیت المقدس کو پنجۂ یہود سے نکالنا تھا' آج مکہ مکرمہ اور اسلام آباد میں سات اسلامی ممالک کے سربراہ اور وزرائے خارجہ اس لئے سر جوڑ کر بیٹھ رہے ہیں کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا کون سا نسخہ تیار کیا جائے اور ایران کو امریکی قہر کا لقمہ بنانے کے لئے کس طرح یکہ وتنہا کر دیا جائے۔ احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا:

اب کہاں جاؤ گے اے دیدہ ورو
اب تو اس سمت بھی ظلمت ہے
جہاں شب کے الاؤ میں نہا کر
مرے سورج کو نکلنا تھا
گجر بجتے تھے
اب تو مشرق پہ بھی مغرب کا گماں ہوتا ہے
اب تو جب ذکر کرو نورِ سحر کا
تو بلک اٹھتی ہے دنیا کہ کہاں ہوتا ہے؟

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

ضرورت رشتہ

تعلیم یافتہ' باپردہ' دینی مزاج کی حامل بچیوں کے لیے رشتے درکار ہیں۔

☆ عمر 26 سال' تعلیم ایف اے' سی ٹی جامعہ فیصل البنات سے دورۂ ترجمہ قرآن۔
☆ عمر 24 سال' ایم اے اسلامیات' بی ایڈ
☆ عمر 22 سال' ایم ایس سی' (فیملی راجپوت)

برائے رابطہ: قاری محمد جاوید
فون: 0300-4427401 042-5202855

☆☆☆☆

☆ دینی گھرانے کی ایک کنواری دوشیزہ' عمر 25 سال' BCS (Hons) کے لئے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ جٹ فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0345-4068860 042-5754202

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 07

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

Operation 9/11 and General Musharraf's Half Truth

General Pervez Musharraf has partially admitted to some facts in his book. For example he admitted that Omar Saeed Sheikh, who was trapped in the case of kidnapping and murder of American journalist Daniel Pearl, was actually the British secret Agency MI6's agent and had executed certain missions on their behest before coming to Pakistan and visiting Afghanistan to meet Osama and Mullah Omar.

What General Musharraf tries to evade here is the role Omar Saeed Sheikh has played for the ISI, and more importantly the role he knowingly or unknowingly played in part of the complex operation 9/11. Omar Saeed Sheikh was used to frame the Taliban and particularly Arabs in Afghanistan or the impending 9/11 tragedy.

General Musharraf's book, In the Line of Fire, has also confirmed the serious doubts and some facts about Omar Sheikh's alleged involvement in kidnapping and murder of American journalist, which many believed was not the work of Omar Sheikh. However, this could be one of General Musharraf's cunningness to put the American administration on the defensive.

Omar Sheikh knows too much now, if he didn't know before. For example, he now knows why he was used by ISI Chief to Transfer $100,000 to Atta Mohammed. This is just one fact related to operation 9/11 which the ISI, Omar saeed Sheikh and may be General Musharraf didn't know before 9/11. But now they are in a better position to put the missing links together. That's why the United States will never want Omar Saeed Sheikh to be freed to jeopardize the official story about 9/11. General Musharraf can be silent because of his timid nature and love for power. ISI chief Mahmood Ahmed can be silently sent home, but you can never trust a person who worked for multiple intelligence agencies and who has been used for framing Arabs in Afghanistan for 9/11 before 9/11.

General Musharraf seems to have deliberately confirmed in his book that while Omar Sheikh was at the London School of Economics (LSE), he was recruited by the British intelligence agency MI6, which persuaded him to take an active part in demonstrations against Serbian aggression in Bosnia and even sent him to Kosovo to join the jihad.

The Times, which carried extracts of Musharraf autobiography, reported that General Musharraf appeared to have changed his mind about Omar Sheikh's guilt, saying he now believes that the man who beheaded the American hostage was Khalid Sheikh Mohamed, the mastermind of the 9/11 attacks. This is not something new that dawned on general Musharraf. This is something, which General Musharraf knew well. This is just fraction of the facts, which General Musharraf is revealing in parts put Americans on defensive. General Musharraf can tell the whole truth to save both Pakistan and himself. But he seems to have different plans.

The Times has reported that Rai Bashir, Sheikh's lawyer, said that he intended to use the memoir to force a new appeal hearing. It, however, seems impossible that Omar Sheikh will get a break. Instead of telling the whole truth about operation 9/11 in which ISI and its assets were used before 9/11 and the related information was later used to cow General Musharraf into submission after 9/11, General Musharraf is playing the American game with Americans. Its kind of counter blackmailing in an attempt to tell his American masters: If you hurt me, I have the weapons to hurt you as well.

Musharraf hardly realizes that time is running out for him. He either has to tell the whole truth, or face the unfortunate reality of the day when he will be declared a spent force, which either has to rot outside Pakistan like the Shah of Iran, rot in a U.S. jail like Manuel Noriega, or get hanged at the hands of new puppets like Saddam Hussain.

There is enough evidence to suggest that the United States has blackmailed General Musharraf after 9/11 for the ISI and its assets' knowingly or unknowingly playing a role in operation 9/11. Telling the world that Omar Sheikh was actually British agent would hardly be enough to exonerate ISI and save Pakistan from consequences of the blunder of General Musharraf as and when Washington decides that it is time for Pakistan to go.

Both for Pakistan and General Musharraf it is just the matter of time. General Musharraf is doomed regardless of what he says and does from now onwards. However, by telling the whole truth about all that he knows about the ways in which ISI and its assets were used to facilitate frame-ups for 9/11, will not only be a great favour to Pakistan but will also save the rest of the humanity from the scourge of totalitarians in Washington who are out to physically re-colonize the Muslim world in particular on the pretext of war on terrorism. The most potent justification for their crimes against humanity is 9/11. And only truth about 9/11 can stop the march of worst fascism the world has ever witnessed.